

اسمبلی رپورٹ (مباحثات)

دوسرا اجلاس

# بلوچستان صوبائی اسمبلی

اجلاس منعقدہ 24/جون 2013ء بروز سوموار برطابق 14/شعبان 1434ھ۔

صفحہ نمبر	مندرجات	نمبر شمار
02	تلاوت قرآن پاک اور ترجمہ۔	1
03	رخصت کی درخواست۔	2
03	بجٹ 2013-14ء پر مجموعی عام بحث۔	3

## بلوچستان صوبائی اسمبلی کا اجلاس

مورخہ 24 جون 2013ء بمطابق 14 شعبان 1434ھ بروز سوموار بوقت صبح 11 بجکر 15 منٹ  
 پر زبردست جناب اسپیکر میر جان محمد خان جمالی بلوچستان صوبائی اسمبلی ہال کوئٹہ میں منعقد ہوا۔  
 جناب اسپیکر: السلام علیکم! کارروائی کا آغاز باقاعدہ تلاوت قرآن پاک سے کیا جاتا ہے۔  
 تلاوت قرآن پاک و ترجمہ۔

از

حافظ محمد شعیب آخوندزادہ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ط

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا تُوْبُوْا اِلَى اللّٰهِ تَوْبَةً نَّصُوْحًا ط عَسَىٰ رَبُّكُمْ اَنْ يُكْفِرَ عَنْكُمْ سَيِّئَاتِكُمْ

وَيُدْخِلَكُمْ جَنَّتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ لَا يَدْخُلُهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَالَّذِيْنَ

اٰمَنُوْا مَعَهُ ؕ نُوْرُهُمْ يَسْعٰى بَيْنَ اَيْدِيْهِمْ وَاَيْمَانِهِمْ يَقُوْلُوْنَ رَبَّنَا

اَتْمَمْ لَنَا نُوْرَنَا وَاغْفِرْ لَنَا ؕ اِنَّكَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ﴿٨﴾

﴿ پارہ نمبر ۲۸ سورۃ التحریم آیت نمبر ۸ ﴾

ترجمہ: اے ایمان والو! توبہ کرو اللہ کی طرف صاف دل کی توبہ۔ اُمید ہے تمہارا رب  
 اُتار دے تم پر سے تمہاری بُرائیاں اور داخل کرے تم کو باغوں میں جن کے نیچے بہتی ہیں نہریں جس  
 دن کہ اللہ ذلیل نہ کریگا نبی کو اور اُن لوگوں کو جو یقین لائے ہیں اسکے ساتھ اُن کی روشنی ڈوڑتی ہے  
 اُنکے آگے اور اُنکے داہنے۔ کہتے ہیں اے رب ہمارے پوری کر دے ہم کو ہماری روشنی اور معاف  
 کر ہم کو بیشک تو سب کچھ کر سکتا ہے۔ وَمَا عَلَيْنَا الْاَلْبَاسُ۔

جناب اسپیکر: بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ۔ سیکرٹری صاحب! کوئی چھٹی کی درخواست تو نہیں ہے؟

رخصت کی درخواست

سیکرٹری اسمبلی: جناب عبدالقدوس بزنجو صاحب، ڈپٹی اسپیکر نے نجی مصروفیات کے سلسلے میں اسلام آباد جانے کے باعث آج کے اجلاس سے رخصت کی استدعا کی ہے۔

جناب اسپیکر: سوال یہ ہے کہ آیا رخصت منظور کی جائے؟ (رخصت منظور ہوئی) تو اب تقاریر کا سلسلہ شروع کرینگے۔ طریقہ کار یہ ہوگا کہ Parliamentary Leaders دس سے پندرہ منٹ اور معزز اراکین سات سے دس منٹ میں بجٹ پر اپنے خیالات کا اظہار کریں گے۔ پھر نماز اور کھانے کا وقفہ بھی ہے۔ کھانے کا بھی بندوبست کیا گیا ہے گیلریز میں۔ کہ کھانے کے بعد اگر اجلاس آپ جاری رکھنا چاہیں، کوئی رکن رہ جائیں تو اسکو بھی ہم، یہ تسلسل آج کیلئے بھی رہیگا۔ جی نصر اللہ صاحب!

جناب نصر اللہ زیرے: کل ایسا تھا کہ جتنی تقاریر ہوئی ہیں، ان کیلئے وقت کا کوئی limit نہیں تھا۔ کل جو سات، آٹھ تقاریر ہوئی ہیں۔ اور اب آپ جناب فرما رہے ہیں ”کہ دس منٹ تک“ تو میں سمجھتا ہوں کہ کم از کم یہ بجٹ سیشن ہے اس میں وقت کا جو تعین آپ کر رہے ہیں یہ ٹھیک نہیں ہے۔

جناب اسپیکر: کل یہ تھا کہ speakers کم تھے، آج ماشاء اللہ speakers بڑھتے جا رہے ہیں۔ اور کل تک ہم نے تقاریر کو مکمل کرنا ہے۔ دوستوں کی مرضی؟ جی! میں تو تیار ہوں جو morning اور evening session ہے۔ جی، Leader of the House.

ڈاکٹر عبدالملک بلوچ (قائد ایوان): Mr. Speaker صاحب! میرے خیال میں ہر چیز کا ایک قاعدہ ہوتا ہے۔ تو ہمیں اُس قاعدے کے مطابق چلنا پڑیگا۔ اور یہاں وقت کا تعین بہت ضروری ہے۔ ٹھیک ہے اگر کوئی دوست، میں اپنا time، اگر میں نہیں بولوں گا تو اپنا time کسی ساتھی کو دے دوں گا یا ڈاکٹر صاحب کو دے دوں گا۔ لیکن یہ ہے کہ There must be some restrictions of the time. جی thank you جناب اسپیکر!

جناب اسپیکر: وہ اپنی کر لیں، تقریر اچھی کر لیں ناں۔ تھوڑا home work کر لیں، ہو جاتا ہے، گنجائش نکل آتی ہے۔ اسلئے کھانے کا بندوبست بھی ادھری کیا ہے کہ اگر آپ کھانے کے بعد دوبارہ اجلاس شروع کرانا چاہتے ہیں تو وہ بھی کر سکتے ہیں۔ جی And I gave and hand-over the floor to Zmarak Khan.

انجینئر زمر خان: بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ۔ شکر یہ جناب اسپیکر صاحب۔ سب سے پہلے میں وزیر اعلیٰ بلوچستان

ڈاکٹر عبدالملک بلوچ کو سال 2013-14ء کا بجٹ پیش کرنے پر مبارکباد پیش کرتا ہوں۔ اور ساتھ ہی یہ اُمید رکھتا ہوں کہ وہ صرف ٹریژری بیچوں کا وزیر اعلیٰ نہیں بلکہ حزب اختلاف میں بیٹھے ہوئے تمام اراکین کے وزیر اعلیٰ ہونگے۔ کیونکہ پورے House نے اُن پر اعتماد کیا تھا۔ جناب اسپیکر صاحب! جب کوئی پارٹی حزب اختلاف میں ہوتی ہے تو عوامی اعتماد کے حصول کیلئے وہ تمام طریقے بروئے کار لاتی ہے۔ اور جب وہ اقتدار میں آتی ہے، تو اُن حقائق کا اُسکو سامنا کرنا پڑتا ہے۔ اور مختلف، اُنکی گفتگو، طریقہ کار اور انداز میں تبدیلی آ جاتی ہے۔ جناب اسپیکر صاحب! اس صوبے میں جو مشکلات پیش ہوئی تھیں میں تھوڑا اُنکا ذکر کرنا چاہوں گا۔ جس طرح 2008ء میں حکومت بنی تھی ہماری، تمام پارٹیاں جب یہاں موجود تھیں۔ تو اُس وقت یہ صوبہ مختلف مسائل، امن وامان کے حوالے سے مشکلات کا شکار تھا۔ اُس وقت نواب اکبر بگٹی کو شہید کیا گیا تو صوبے کے تمام نوجوان بکھر گئے تھے۔ بلوچستان میں غیر یقینی صورتحال تھی۔ تمام قوم پرست پارٹیوں نے الیکشن کا بائیکاٹ کیا تھا۔ اُس میں وزیر اعلیٰ صاحب کی اپنی پارٹی بھی شامل تھی، جو سیاسی غیر یقینی صورتحال کا سامنا کرنا پڑا۔ پھر بھی اُس وقت کی حکومت نے صوبے کے حوالے سے جو مقدمہ لڑا، ایک اچھے انداز میں اُنہوں نے اپنے اس مقدمے کو لڑا۔ اور اسمیں سب سے پہلے میں آپکو بتا دوں کہ وفاق سے جو ہم نے حاصل کیے تھے، اُس میں N.F.C Award کا formula تھا۔ جو آج ہمارا بجٹ جس انداز میں پیش ہوا ہے، ہمارے پارلیمانی اپوزیشن لیڈر، مولانا واسع صاحب نے بھی کل اُس پر بات کی تھی کہ اُس وقت پچاس ارب سے ابھی ایک سو نوے ارب تک جب بجٹ پہنچا تو میرے خیال سے یہ وہی اقدامات تھے جو پچھلی گورنمنٹ میں ہوئے تھے۔ اُس میں N.F.C Award کا formula double کر کے ہم نے حاصل کیا۔ اور over-draft جو اٹھارہ ارب روپے تھے وہ ختم کر دیے گئے۔ missing persons کے حوالے سے جو کمیشن بنایا گیا تھا، وہ ہم نے خوش آئند اقدام کے طور پر اُسکی تعریف کی۔ اور امن وامان کے حوالے سے، جو ورثے میں ہمیں ملا تھا، وہ پہلے بھی ہم نے کہا، اُس پر جو بھی کام ہوا، اُس قوت نے، اُس پر تو ہم تنقید کا نشانہ بنتے رہے۔ لیکن میں یہ بھی ساتھ کہوں کہ ہماری جو یہ گورنمنٹ بنی ہوئی ہے، ڈاکٹر صاحب جب آئے ہیں۔ کیا امن وامان میں کوئی کمی پیدا ہوئی ہے۔ بلکہ وہ مزید بڑھ کر خراب ہو گیا ہے۔ یا control ہوا ہے؟ وہ تو سب کے سامنے ہیں۔ اُس پر میں تفصیل سے بات نہیں کرنا چاہتا ہوں۔ میں صرف اتنا کہتا ہوں کہ پچھلی حکومت کے توسط سے یا اُسکے جو وہ ہمیں ملے ہوئے ہیں۔ کم از کم آج اس گورنمنٹ کو کچھ ملا ہے۔ یا متوازن بجٹ پیش کرنے میں اگر خسارہ کم ہے۔ تو پچھلے پانچ سال سے جو ہم نے اقدامات کیے، جو مقدمہ لڑا گیا، یہ اُسکا نتیجہ ہے جو ہمیں ملا ہوا ہے۔ لیکن جناب اسپیکر صاحب! مجھے اُمید ہے کہ وزیر اعلیٰ صاحب اور اُنکی جو اتحادی پارٹیاں ہیں، وہ پچھلی گورنمنٹ کے اُس حاصل کردہ، آگے جو

ہمیں حاصل کرنا ہے، وہ تو بعد میں پتا چل جائیگا کہ ہم اپنی پانچ سالہ گورنمنٹ کی کارکردگی کس طرح بنا سینگے اور کیا ہم اس صوبے کو deliver کر سکیں گے۔ لیکن جو پچاس فیصد ہمیں حقوق ملے تھے، صوبائی خود مختاری کی شکل میں، اُنکا کتنا تحفظ کر سکیں گے۔ ہمیں جو صوبے کے حوالے سے جن مشکلات کا سامنا تھا، وہ کس حد تک حل کرینگے۔ جناب اسپیکر صاحب! اس پر ہم حکومت کے ساتھ دینگے۔ لیکن بجٹ کے حوالے سے میں جناب اسپیکر صاحب! وزیر اعلیٰ صاحب سے اتنا کہوں گا کہ جو بھی اسکیمات جو بھی بجٹ بنا ہوا ہے، block allocation میں جو بھی فنڈز رکھے ہوئے ہیں۔ اور اُس میں ان اسکیمات کی شاید نشاندہی نہ کرنے کی وجہ سے، ہمیں خدشات، بالکل ہم محسوس کرتے ہیں کہ شاید ایسا نہ ہو کہ حکومت میں بیٹھے ہوئے وہ ممبرز اپنی اسکیمات دے کر، جو اپوزیشن میں بیٹھے ہوئے ہیں اُنکا کوئی خیال نہیں رکھیں گے۔ کیونکہ یہ اس چیز کی نشاندہی کرتا ہے کہ پہلے یہ نہیں تھا کہ یہ اسکیمات کس طرح ہوتی تھیں۔ منتخب نمائندے ہم یہاں آئے ہوئے ہیں۔ ہم اپنے عوام کی، اپنے علاقے کی نمائندگی کرتے ہیں۔ علاقے کے عوام ہم سے اُمیدیں رکھتے ہیں ”کہ جی! ہمارے مسائل کو حل کرینگے“۔ اگر ہم ان فنڈز کو بیوروکریسی کے through خرچ کرینگے، تو پھر ہم انتخابات کس لیے کرتے ہیں؟ پھر یہ جمہوریت کی باتیں ہم کس لیے کرتے ہیں۔ پھر اسمبلی کس طرح وجود میں آتی ہے۔ ہم تو اسی لیے بیٹھے ہوئے ہیں کہ ان چیزوں کو حل کرنے کیلئے اپنے عوام کے پاس جائیں اور ہمیں وہ نشاندہی کر کے، ہم اُنکے مسائل حل کریں۔ پہلے یہی ہوتا تھا۔ انہی ڈیپارٹمنٹس کے through کام ہوتے تھے۔ کوئی بتادیں کہ ہم direct کام کرتے تھے؟ صرف نشاندہی صوبائی اسمبلی کے ممبرز کرتے تھے۔ اگر اسمبلی کی آپکے ممبران کی افادیت ختم ہو جائے۔ میں یہ نہیں کہتا ہوں، یہاں بیوروکریسی ہمارے بھائی بیٹھے ہوئے ہیں کہ ہمیں اُن پر بے اعتمادی ہے یا اُن پر کرپشن کے الزامات ہیں۔ ہم پر کرپشن کے الزامات لگتے ہیں۔ پھر ممبرز یہاں بیٹھے ہوئے ہیں۔ ہماری کیا حیثیت ہے۔ آج کل اگر مجھ پر الزامات لگتے ہیں، مولانا صاحب پر لگتے ہیں، تو کل یہ جو نئے لوگ آئے ہوئے ہیں، اُن پر بھی لگیں گے۔ کوئی ان سے نہیں بچے گا۔ یہ ہماری روایات ہیں۔ اور ہم نے اپنی روایات کو کس طرح برقرار رکھنا ہے یا ختم کرنا ہے؟ اچھی روایات کو برقرار رکھنا ہے اور بُری روایات کو ختم کرنا ہے۔ اگر میں اپنے حلقے میں بیٹھا ہوں، ممبر ہوں اور میں اپنی اسکیموں کی نشاندہی نہیں کر سکتا تو پھر وہاں کون کریگا؟ چلو اگر کرتے ہیں، تو کم از کم اس بجٹ کو پرانے level پر لے آتا۔ next year کیلئے ڈیپارٹمنٹس کو چاہیے تھا کہ جتنے بھی ڈیپارٹمنٹس کے heads ہیں، وہ اُن علاقوں میں جا کر جہاں جس چیز کی ضرورت ہوتی ہے، اُس اسکیم کی نشاندہی کر کے بجٹ میں ڈال دیتے۔ یہ تو opened ہوا ہے ”300 اسکولز بنیں گے۔ 1400 کالجز بنیں گے۔ 50 کالجز بنیں گے، کتنے ڈل، 200 پرائمری کوڈل کا درجہ دیا جائیگا۔ اور ڈل کو ہائی کا درجہ دیا جائیگا“۔ کوئی

نشاندہی نہیں ہے۔ کوئی نام نہیں ہے۔ یہ بھی ہو سکتا ہے کہ ایک ضلع میں 50 اسکول ہو جائیں اور کسی ضلع میں ایک بھی نہ ہو۔ یہ تو اہم ہے۔ یہ خدشات تو ہمیں ہیں۔ ابھی ان کو کس طرح دُور کرنا ہے وزیر اعلیٰ صاحب؟ ہم نے آپ پر اعتماد کیا۔ ہم آپکا ساتھ دیں گے۔ یہ کوئی ایسی بات نہیں ہے کہ ہم غلط کہتے ہیں یا غلط طریقے سے آپکی بات کی حمایت کریں گے۔ کبھی بھی نہیں کریں گے۔ ہم سیاسی انداز اور جمہوری انداز میں اپنے عوام کے حقوق کیلئے لڑیں گے۔ اور اس Floor پر ہم آواز اٹھائیں گے۔ کبھی بھی ایسا کام نہیں کریں گے، جو غیر جمہوری اور غیر سیاسی ہو۔ لیکن آپ سے یہ کہتے ہیں کہ یہ جو ابھی ہم نے ایجوکیشن میں 34 ہزار مدد کا جو بجٹ رکھا ہوا ہے۔ کیا ہمیں اس چیز کی ضرورت ہے۔ یہ تو بہت ہی خوشی کی بات ہے کہ ایجوکیشن کیلئے ہم نے اتنے پیسے رکھے ہیں۔ اور اپنے اس پیمانہ صوبے میں جو ایجوکیشن کے لحاظ بہت پیچھے ہے۔ ہم آگے لے جانے کی کوشش کر رہے ہیں، لیکن ہم یہ بھول گئے کہ ہمارے ٹیکنیکل جو ہمارے کالج ہیں، ہماری یونیورسٹیز ہیں۔ ہمارے میڈیکلز ہیں۔ ہمارے انجینئرز ہیں۔ ہمارے کتنے degree holders بیروزگار پھر رہے ہیں۔ انکے روزگار کی ذمہ داری کون اٹھائیگا۔ یہ تو صوبائی حکومت یا وہاں کی گورنمنٹ، منتخب حکومت کا کام ہے۔ اگر ہم کالج، اسکول بناتے رہیں اور ڈگریاں دیتے رہیں اور وہ بازاروں، روڈوں پر پھرتے ہوئے انکو روزگار نہیں مل رہا ہے۔ تو وہ کیا کریں گے؟ امن وامان کا بڑا مسئلہ تو ان لوگوں سے پیدا ہوتا ہے۔ جو ہم نے کہا کہ سماجی بُرائی۔ وہ تو اسی چیز سے پیدا ہوتی ہے کہ لیویز سپاہی کیلئے میٹرک، ایف ایس سی اور بی ایس سی کے ہزاروں لوگ درخواستیں جمع کرتے ہیں۔ ہماری بیروزگاری کی تو یہ حالت ہے۔ پچھلی گورنمنٹ میں ہم نے کچھ کیا تھا، کوئی 5000 اسامیاں ہم نے لائی تھیں، یہاں لوگوں کو روزگار دیا۔ لیکن وہ تو نا کافی ہیں۔ کب تک کریں گے؟ اگر ہم ان لوگوں کیلئے روزگار پیدا کرتے۔ اور انکی education کا جو system ہے اسکو بہتر کر دیں۔ میں نے بھی بنائے ہوئے ہیں، ابھی تک وہ اسکول ویسے پڑے ہوئے ہیں۔ buildings بنی ہوئی ہیں۔ teacher ان میں نہیں ہیں۔ کوئی ان میں duty نہیں کرتا۔ اور متبادل میں کسی میٹرک والے کو آدھی تنخواہ دیکر ”کہ جی! آپ میری جگہ ڈیوٹی کریں“ اور آدھی تنخواہ وہ ٹیچر اپنی جیب میں ڈال کر اپنا بزنس اور کاروبار کرتا ہے۔ تو ہمیں ان چیزوں پر زیادہ اقدامات کرنے چاہئیں کہ پہلے ہم اسکو control کریں۔ اور education system میں بہتری لے آئیں۔ ہمارے بچوں میں talent ہے۔ ہم اپنے بچوں کیلئے لاہور اور اسلام آباد کے کالجز میں داخلہ دلانے کیلئے سفارش کرتے ہیں۔ ہمیں نہیں ملتا۔ اور وہاں پتا نہیں ہمیں طعنہ دیتے ہیں۔ ابھی میں خود اگر اپنی مثال دے دوں۔ تو آپ حیران رہ جائیں گے کہ وہاں کے لوگ ہمیں کیا کہتے ہیں۔ ”کہ آپکے پاس تعلیم ہے ہی نہیں۔ آپکے لوگوں میں وہ talent نہیں ہے“ ہم میں سب کچھ ہے، لیکن ہمیں موقع نہیں دیا جاتا۔ ہم گاؤں

میں ٹاٹ پر بیٹھ کر پڑھتے ہیں۔ یہاں جب 9th کلاس میں آتے ہیں تو ہم دو کلاسوں میں دو سال تک اُردو ہی نہیں بول سکتے۔ اُردو سیکھنے کیلئے ہمیں دو تین سال چاہیے۔ جب ہم اُردو سیکھتے ہیں، پھر انگریزی، ابھی تو start سے انگریزی ہے۔ یہ تو ہمارا system ہے، یہ طبقاتی نظامِ تعلیم ہے۔ پانچ قسم کی تعلیم ہمارے صوبے میں ہو رہی ہے۔ تعمیر نو اسکول، سنڈیمین اسکول، بیکن اسکول، اقراء اسکول اور گیریشن اسکول۔ کتنے systems ہو گئے۔ غریب کا بچہ تو سنڈیمین میں پڑھتا ہے۔ اور امیر کا بچہ اقراء میں پڑھتا ہے۔ ابھی system کو ہم نے ٹھیک کرنا ہے۔ ہمیں اس education پر توجہ دینی چاہیے۔ کہ سب کو ایک ہی طرح کی تعلیم دے دیں اُن بچوں کو اس مقام پر لائیں کہ دوسرے جو بڑے صوبے ہیں اُن کا مقابلہ کر سکیں۔ ان پیسوں کو اس چیز پر خرچ کریں۔ اس system کو ٹھیک کر لیں۔ ایک ہی system رائج کر لیں تب ہم تعلیم میں آگے جاسکتے ہیں۔ ورنہ یہی system تو اس سے اور تباہی ہوگی۔ نقل ہوگا۔ تو زیادہ اسکول بننے سے پہلے ہمیں اس پر توجہ دینی چاہیے۔ کہ ہم اس system کو ٹھیک کر لیں۔ ہم نے امن و امان کیلئے جو پیسے رکھے یں۔ میں یہ نہیں کہتا ہوں کہ ناں رکھو۔ لیکن کم از کم ان ایجنسیوں کو، ان departments کو اپنا کردار تو ادا کرنا چاہیے۔ کہ بھئی! کون کر رہا ہے؟ کس کی وجہ سے یہ ہو رہا ہے؟ وہ departments کس لیے بنے ہوئے ہیں۔ اُنہوں نے کیا کردار ادا کیا ہے؟ صوبے کے لوگوں کو کیا امن دیا ہے۔ اس پر ہمیں توجہ دینی چاہیے۔ زراعت، ہماری بجلی ہے، ہمارے کچھ ورکشاپس بنے ہوئے ہیں۔ ہمارے ایگریکلچر میں جو ورکشاپس ہیں، انہوں نے کوئی ورکشاپ اسکول بنائے ہوئے ہیں۔ جو ایگریکلچر جہاں ہے۔ پشین، قلعہ عبداللہ، موسیٰ خیل، جدھر ہے، اُدھر تو ورکشاپ کا پتا ہی نہیں ہے اُدھر توجہ دینی چاہیے۔ جہاں زراعت ہے، ہم سب لوگوں کا دار و مدار زراعت پر ہے۔ اُدھر دینا چاہیے۔ پھر بھی جناب اسپیکر صاحب! ہم وزیر اعلیٰ کو، کہ ایسا نہ ہو کہ ہماری ان اسکیمات پر، جو ہماری ہیں ان پر cut لگا دیں۔ میں اپنی on going اسکیمات کی بات کروں۔ میری اپنی اسکیمات۔ دیکھو! جب آپ departments کے through کرتے ہیں۔ تو آپ کو departments کی ہی کمیٹی بنانی چاہیے۔ آپ یہاں آ کر ممبروں کی کمیٹی بنا کر، وہ انتظامی کارروائی کرتے ہیں۔ میں صاف کہتا ہوں اس چیز پر کہ اُنہوں نے میری اسکیمات کو کاٹا ہے۔ جدھر زمرک خان کی اسکیم ہے واپڈا کی اُس پر cross لگا ہوا ہے۔ باہر سے ایک آدمی کو بٹھا کر اس کمیٹی کا ممبر بناتا ہے کیوں بناتے ہیں؟ آپ اس department کے، واپڈا کے ایک آدمی کو بٹھائیں کہ ادھر اسکیمات ہیں۔ نو کروڑ کو تین کروڑ کر دیا۔ یہ کہاں کا انصاف ہے؟ لوگوں کے پی سی ون گئے ہوئے ہیں۔ اُنکی approval آئی ہوئی ہے۔ اس طرح نہیں چل رہا ہے۔ میں تو صاف کہوں گا کہ ہم نے پانچ سال میں، کوئی بتا دے کہ زمرک خان یا اسکی پارٹی نے کوئی انتظامی کارروائی

اُن لوگوں کے ساتھ کی ہے، جو ہمارے ساتھ انہوں نے کیا ہے۔ ایک لفظ بھی کوئی بتا دے۔ دعوے سے کہتا ہوں۔ ہم جمہوری لوگ ہیں، جمہوریت پر یقین رکھتے ہیں۔ اور عوام کی خدمت کریں گے۔ ادھر جتنے بھی بیٹھے ہوئے ہیں، سب آپس میں بھائی ہیں۔ کوئی باہر سے نہیں آیا ہے۔ سب یہاں سیاست کرتے ہیں۔ ہر ایک کا اپنا منشور ہوتا ہے۔ اپنی پارٹی کے منشور کے تحت وہ اپنی policy کو آگے بڑھاتے ہیں۔ یہ نہیں کہ کسی کا منشور غلط ہے۔ کس کا آئین غلط ہے۔ سب ٹھیک ہیں۔ لیکن ہمیں یہ دیکھنا چاہیے کہ اُس میں کتنی حقیقت ہے؟ کتنی حقیقت کے تحت وہ اپنے منشور پر عملدرآمد کرتے ہیں؟ ہمیں گورنمنٹ میں کیا کرنا چاہیے؟ یہ آپ کو دیکھنا چاہیے۔ میں یہ کیوں کہوں گا کہ میرے اسکیمات کو reflect نہیں کیے گئے۔ اسکا تو میں دعویٰ کر سکتا ہوں۔ اور یہ بھی میں کہوں گا کہ اگر ہمیں یہاں سے انصاف نہیں ملا تو سپریم کورٹ کا، جو انہوں نے ہم پر case کیا ہوا ہے۔ اُسی انداز میں ہم اُس case کو آگے بڑھائیں گے۔ اور وہاں تک جائیں گے۔ ہم نہیں چھوڑیں گے کسی غیر سیاسی، غیر جمہوری طریقہ کار کو اس گورنمنٹ کو چلانے کیلئے۔ وزیر اعلیٰ صاحب! ہم آپ پر اعتماد کرتے ہوئے آپ کے ساتھ وعدہ کیا تھا کہ اس صوبے کے مفاد کی خاطر اس صوبے میں ایک امن و امان برقرار رکھنے کیلئے اور تمام ممبروں کو ایک ساتھ سہولیات اور funds دینے کیلئے، ہم نے آپ پر اعتماد کیا تھا۔ ابھی آپ کا کام ہے جناب وزیر اعلیٰ صاحب! کہ آپ ہمیں کہاں تک مطمئن کر سکتے ہیں۔ ہمیں بجٹ میں اپنی خامیاں نہیں نکالنی ہیں۔ جو بجٹ پیش ہوا ہے آگے دیکھیں گے کہ کیا ہوتا ہے۔ اس پر کتنا عملدرآمد ہوتا ہے اور کتنا اُن ممبروں کا خیال رکھا جاتا ہے جو opposition میں بیٹھے ہوئے ہیں اور کتنا fund وہاں جاتا ہے جو آپ کے ساتھ بیٹھے ہوئے ہیں۔ اس پر ہمیں اتنا اعتماد ہے کہ آپ انشاء اللہ اسکا خیال رکھیں گے۔ اور ہم اس بجٹ کے حوالے سے، جو اسکیمات کی نشاندہی نہ کر کے دی ہوئی ہیں، اس پر ہمیں خدشات ہیں۔ اسکو آپ اپنی speech میں۔ آپ نے پہلے بھی جب speech کی تھی۔ اپنی speech میں واضح کر سکتے ہیں۔ ہمارے اپوزیشن لیڈر صاحب بیٹھے ہوئے ہیں۔ انہوں نے بھی، کل مجھے بتا چلا کہ تفصیلی بات کی ہے۔ جتنے بھی points تھے، اُنکی نشاندہی کی۔ وزیر اعلیٰ صاحب! آخر میں میں پھر آپ سے ایک دفعہ request کرتا ہوں۔ آپ سے درخواست کرتا ہوں کہ آپ اُن اسکیمات کو کم از کم اگر ہو سکے اسی block-allocation میں بھی رکھ سکتے ہیں، جو ہماری بقایا اسکیمات ہیں جن پر cut لگی ہوئی ہے۔ اگر ہمارا حق نہیں بنتا ہے یا اُن پر P&D کی meetings نہیں ہوئی ہیں، پچھلے دور میں۔ شاید اُس وقت ہمارے پاس time نہیں تھا خرچ کرنے کیلئے۔ یا ایک مہینہ تھا، اسلئے وہ surrender ہوئیں۔ اور surrender ہونے کے بعد وہ پوری Re-appropriate ہونی چاہئیں۔ on-going کی بات نہیں کر رہا ہوں جو funds، جو available،

جو میرے اپنے PSDP کا حق تھا، وہ نہیں دیا گیا۔ تو اس پر آپ دیکھ لیں سوچ لیں کہ یہ اگر حقیقت ہے پھر تو ٹھیک ہے، ہم بیٹھیں گے۔ اگر ایک آدمی باہر سے آ کر اُس پر cross لگاتا ہے ”کہ جی! فلانے کی ہے“ اس پر ہم متفق نہیں ہونگے۔ کم از کم آپ اس پر دیکھ لیں۔ نہیں تو ہم آپ کے ساتھ۔ میں نے پہلے بھی کہا کہ ہم سیاسی اور جمہوری طریقے سے اپنے عوام کے حقوق کیلئے لڑیں گے۔ اور یہ آواز بلوچستان کے کونے کونے تک پہنچائیں گے۔ اور انشاء اللہ ایسا کوئی قدم نہیں اٹھائیں گے جس سے آپ کی گورنمنٹ کو مشکلات کا سامنا ہو۔ لیکن آپ کو بھی یہ چاہیے کہ ہمارا خیال رکھیں۔ میں آخر میں آپ کا شکریہ ادا کرتا ہوں اسپیکر صاحب اور سارے دوستوں کا۔ اگر مجھ سے کوئی ایسی بات ہوئی ہو، جس سے کسی کی دل آزاری ہوئی ہے۔ لیکن یہ میرے دل کی بات ہے۔ میرے دل کی آواز ہے۔ میری پارٹی کی policy ہے۔ اور اس پر میں عملدرآمد کرتا ہوں گا۔ آپ سب کا شکریہ۔

جناب اسپیکر: thank you جی۔ ولیم جان برکت صاحب! Please take the floor!

جناب ولیم جان برکت: جناب اسپیکر! سب سے پہلے تو میں آپ کا شکر گزار ہوں کہ آپ نے مجھے بجٹ 2013-14ء پر اظہار خیال کا موقع دیا۔ جناب والا! جس طرح کل ہمارے قائد حزب اختلاف، مولانا صاحب نے فرمایا کہ ہر جماعت کا اپنا آئین اور منشور ہے۔ اور صوبے کے تمام اقوام ایک دوسرے کے بھائی ہیں۔ بالکل اسی طرح جس جماعت سے میرا تعلق ہے۔ ہمارا بھی یہی موقف ہے کہ اس سرزمین پر رہنے والا ہر فرد جو اسکی ترقی اور خوشحالی میں اپنا حصہ ڈالتا ہے، جن کا کور اور گور اس وطن میں ہیں۔ وہ بلا امتیاز رنگ و نسل اور مذہب اسکے وسائل میں بھی برابر کا شریک ہے۔ جناب والا! اس ایوان میں، جس کے آپ Custodian ہیں۔ میں تھوڑی آپ کی توجہ اس طرف مبذول کرانا چاہتا ہوں اگرچہ آپ نے 20 جون کے اجلاس کے بعد اسکی فضاء کو بہت بہتر بنایا۔ ایوان میں آپ نے خنکی پیدا کی۔ آپ کا یہ اقدام قابل تحسین ہے۔ لیکن اسکے ساتھ اس ایوان میں ایک تفریق بھی ہے۔ پہلا نمبر، دوسرا نمبر، تیسرا نمبر۔ ان پرانی روایات کو بھی آپ مہربانی کر کے دیکھیں۔ اور ہم سب اس ایوان کے معزز رکن ہیں۔ چاہے وہ کوئی بھی ہے، اس میں یہ تفریق نہیں ہونی چاہیے۔ میری آپ سے درخواست ہے کہ اس سلسلے کو بھی اب بند ہونا چاہیے۔ جناب اسپیکر! صوبائی بجٹ 2013-14ء عوام کی خواہشات اور انکی اُمنگوں کا ترجمان ہے۔ کیونکہ ہم سب جانتے ہیں، جو یہاں بیٹھے ہیں کہ عوام کی اکثریت اس سے مطمئن ہے۔ اسی طرح اس صوبے کے Non-Muslims بھی اسے خوش آمد قرار دیتے ہیں۔ اور بہت ساری توقعات بھی اس پر لگائے ہوئے ہیں۔ اس موقع پر میں تعمیر اور انقلابی بجٹ پیش کرنے پر حکومت کی اتحادی جماعتوں کے قائدین کو بھی خراج تحسین پیش کرتا ہوں۔ جناب اسپیکر! معاشرے کی مجموعی ترقی کیلئے تعلیم کو کلیدی حیثیت حاصل ہے۔ اور موجودہ

حکومت نے اسے اولیت دیکر ایک تاریخی اقدام اٹھایا ہے۔ تین medical colleges کا قیام۔ بولان میڈیکل کالج کو یونیورسٹی بنانا۔ خضدار میں بلوچستان یونیورسٹی کیمپس کا قیام۔ تین سو پرائمری اسکولز بنانے۔ تین سو مڈل اسکولز کو ہائی کا درجہ دینا۔ اور تین سو مڈل اسکول قائم کرنا۔ اور ڈیڑھ سو مڈل اسکولز کو ہائی بنانا۔ یہ یقیناً خوش آئند اقدامات ہیں۔ اسکے ساتھ سب سے جوتاریخی بات ہوئی ہے۔ وہ مادری زبانوں کا اجراء ہے۔۔۔ (ڈیسک بجائے گئے) یہ اقدام ہم سب کیلئے اور یہاں تمام قوموں کیلئے ایک قابل تحسین اقدام ہے۔ یہاں میں package اساتذہ کا بھی ذکر ضرور کرونگا۔ جنکے اس مطالبہ کو حل کرنے کیلئے نیشنل پارٹی کے قائدین نے بڑا کردار ادا کیا۔ اور انہیں یہ تحفظ ملا۔ میری یہ بھی قائد ایوان سے درخواست ہے کہ اسٹنٹ لیکچرز جو اسمیں تھے۔ انہوں نے colleges میں بڑا نمایاں کردار ادا کیا۔ طلباء کی تعلیمات کو مکمل کرنے میں۔ اسلئے یہ ممکن بنایا جائے کہ اسٹنٹ لیکچرز کو وہیں Colleges میں رکھا جائے تاکہ ہمارے Colleges میں طلباء کے معیار کو برقرار رکھا جائے۔ یہاں ایک اور خوش آئند بات ہے کہ موجودہ حکومت نے پانچ ارب Endowment Fund کیلئے رکھے ہیں، ذہین اور قابل طلبہ کیلئے۔ یقیناً یہ ان کیلئے بہت بڑا اقدام ہے۔ ہماری قائد ایوان سے خاص طور پر درخواست ہے کہ اسمیں میرٹ کے اصول کو ہر صورت میں قائم کیا جائے۔ کوئی سفارش، کوئی کسی قسم کی، کہیں سے بھی، جو چور بازاری ہے، اسکا سلسلہ بند ہونا چاہیے۔ اور ہر طالب علم چاہے وہ کرسچن ہے، مسلم ہے، ہندو ہے کوئی بھی ہے۔ اگر وہ اس میرٹ پر آتا ہے، تو اسکو اسکا حق دیا جائے۔ جیسے انجینئر زمرک صاحب نے ذکر کیا، ghost school اساتذہ کے بارے میں اور اسکولوں کے بارے میں۔ اس پر بھی میں توجہ دلانا چاہتا ہوں۔ ہم سب کے علم میں ہے کہ ghost schools بھی ہیں اور اساتذہ بھی۔ جو تنخواہیں لیتے ہیں۔ ہمارے students کی تنظیم، اسکا ایک نعرہ ہے ”کہ ہرکلی میں اسکول اور ہر اسکول میں استاد“ ہم چاہتے ہیں کہ اس نعرے کے مطابق ہم اسکو عملی اقدام بنائیں۔۔۔ (ڈیسک بجائے گئے) اور ہر اسکول میں اساتذہ کی موجودگی کو یقینی بنایا جائے۔ صحت کے شعبے کو موجودہ حکومت نے بڑی اہمیت دی ہے۔ اور اس کو دوسرے نمبر پر رکھا ہے۔ اور اسکے لئے پچھلے سال کی نسبت 37 فیصد زیادہ رقم رکھی ہے۔ لیکن یہاں میں چند گزارشات قائد ایوان کے سامنے رکھنا چاہتا ہوں۔ چونکہ اُنکا تعلق بھی اس شعبہ سے رہا ہے۔ یہاں بہت ساری بے ضابطگیاں ہیں۔ غریب جو مریض ہیں۔ اُنکی جو مشکلات ہیں۔ اُن سے ہم سب واقف ہیں۔ ہمارے ڈویژنل ہیڈ کوارٹرز میں جو ملازم تعینات ہیں۔ حتیٰ کہ doctors وہ وہاں موجود نہیں ہوتے ہیں۔ مریض وہاں بیٹھے ہوتے ہیں۔ دیکھنے والا کوئی نہیں ہوتا۔ اس شہر کو آپ لے لیں۔ اس شہر میں سب سے بڑی جو بواء ہے، دو ہمارے ہسپتال ہیں۔ سول ہسپتال کو آپ دیکھ لیں۔

ڈاکٹر صاحب سے میری گزارش ہے کہ اس پر ضرور نگاہ رکھیں۔ کہ وہاں پر چچی مافیا system ہے۔ اور اُس پر چچی مافیا سے کئی لوگ ارب پتی بن گئے ہیں۔ اور وہ سب سرکاری ملازم ہیں۔ اس پر ضرور نگاہ رکھیں۔ اور غریب مریضوں سے جو پیسہ لیا جا رہا ہے۔ وہ حکومت کے فنڈز میں نہیں جاتا۔ وہ خود آپس میں بانٹ لیتے ہیں۔ اس system کو بہتر کیا جائے۔ اسکے لئے کوئی کمیٹی بنائی جائے۔ چاہے اسکی خفیہ نگرانی کی جائے۔ اور محکمہ صحت کو اسکا پابند کیا جائے کہ یہ غریب مریضوں سے جو لوٹ مار کا سلسلہ ہے۔ اسکو روکا جائے۔ اسکے ساتھ میں یہ بھی کہنا چاہوں گا کہ ہم نے مختلف ترجیحات کیلئے رقم کو double کیا ہے اس fund میں۔ براہ مہربانی یہ ادویات غریب مریضوں کو ملنی چاہئیں۔ میڈیکل اسٹوروں پر نہیں جانی چاہئیں۔ اس پر بھی خاص طور پر توجہ دی جائے۔ اور محکمہ صحت اسکا پابند ہو کہ کسی بھی دوائی، جو مفت علاج کیلئے لی گئی ہے۔ وہ کسی صورت میں بھی باہر نہ جائے۔ امور حیوانات کا جو شعبہ ہے، وہ ہماری صوبائی معیشت کا 48 فیصد ہے۔ مالداروں اس صوبے کے عوام کا قدیم پیشہ ہے۔ بد قسمتی سے یہ جو ہمیں بجٹ میں لکھا گیا ہے، محکمہ حیوانات کی جانب سے، اسمیں یہ کہ 2006ء کے بعد مالداروں کا کوئی اندراج نہیں ہوا ہے۔ یہ بڑی بد قسمتی ہے کہ سات سال تک مالداروں کے بارے میں کوئی سروے نہیں کیا گیا ہے۔ اسکو دیکھا جائے۔ اور جتنا جلد ہو سکے یہ محکمہ تمام ایوان کو اس سروے کی رپورٹ پیش کرے۔ اور آئندہ بجٹ میں اس کمزوری کا ازالہ ہوں۔ نئی اسمیوں کیلئے، چار ہزار چار سو ترانوے (4493) نئی اسمیاں رکھی گئی ہیں، بہت اچھی بات ہے۔ ان سے نوجوانوں کی مشکلات کم ہوں گی۔ اس پر بھی میرٹ کو ہر صورت میں قائم کیا جائے۔ اسمیں خاص طور پر میں عرض کروں گا قائد ایوان سے کہ Non-muslims کیلئے پانچ فیصد کوٹہ۔ اور اس حساب سے ہمارا 224 کا حق بنتا ہے۔ آپکے توسط سے میں چیف سیکرٹری اور تمام محکمہ جات کے سیکرٹریوں سے یہ اپیل کروں گا کہ ہمارے اس کوٹہ پر ہر صورت میں عمل ہونا چاہیے۔ اور اسکے ساتھ ساتھ یہ بھی گزارش کروں گا کہ پچھلے ادوار میں جو درجہ چہارم میں سیاسی بنیادوں پر جو muslims کی تعیناتی کی گئی تھی۔ اسکو باقاعدہ طور پر ختم کیا جائے۔ اور جسکا حق بنتا ہے اسکو یہ دیا جائے۔ اور آئندہ یہ practice بالکل بند ہونی چاہیے۔ housing کے شعبے میں میری گزارش ہے کہ پچھلے ادوار میں ہماری بھی کچھ اسکیمیں تھیں جو نامکمل ہیں۔ اگر انکو مکمل نہ کیا گیا تو وہ کھنڈرات بن جائیں گی۔ اس پر مہربانی سے توجہ دیجائے۔ اسمیں ایک اور ہماری جو مشکل ہے کہ صدیوں سے non-muslims اس صوبے میں خدمات انجام دے رہے ہیں۔ اُنکے پاس اپنی کوئی چھت نہیں ہے۔ وہ ایک چھوٹے سے مکان میں، سرکاری مکان میں رہتے ہیں۔ اُنکی بہت ساری مشکلات ہیں۔ انکے حل کیلئے ہم نے اپنے اس بجٹ میں کچھ اسکیمیں رکھی ہیں۔ کوئٹہ، چمن، سبی اور دوسرے اضلاع میں بھی ہمارے ساتھیوں نے رکھی ہیں۔ اس پر باقاعدہ عمل ہونا چاہیے۔ کیونکہ آپکے علم

میں لانا چاہتا ہوں کہ ہمارے لوگ جب ڈومیسائل کیلئے جاتے ہیں۔ تو ہمارے ڈپٹی کمشنر صاحبان ان سے فرمائش کرتے ہیں کہ آپ فردا انتقال لائیں۔ اور وہ فردا انتقال کہاں سے لایگا؟ وہ تو اپنے بچوں کو روٹی پوری نہیں کر رہا ہے۔ وہ زمین کیسے خریدیگا؟ تو یہ ایک بہت بڑی مشکل ہے۔ اسلئے یا تو اس سسٹم کو بہتر کیا جائے، ڈپٹی کمشنرز کو یا جائیدادی جائے۔ کہ وہ اس پر نظر ثانی کریں کہ ایک شخص تیس سال سے، پچاس سال سے یہاں کام کر رہا ہے۔ ملازمت کر رہا ہے۔ اُس کیلئے یہ گنجائش رکھی جائے کہ اُس سے فردا انتقال نہ مانگا جائے۔ جبکہ اُسکے پاس زمین نہیں ہے۔ اور اس وجہ سے اُسکے بچے تعلیم سے محروم ہیں۔ اُسکے بچے نوکری لینے سے محروم ہیں۔ یہاں جناب اسپیکر! میں ایک اور گزارش کرونگا کہ گزشتہ رات ہماری کالونی میں ایک سانحہ ہوا۔ اور مذہبی منافرت کو پھیلانے کی ایک ناکام کوشش کی گئی۔ میں اور میرے دوست ہینڈری بلوچ صاحب، ہم دونوں اُس جگہ حاضر ہوئے۔ اور ہم نے وہاں کے مقامی معتبرین، ہمارے مذہبی رہنماؤں، اُنکے توسط سے ہم نے کوشش کی کہ ہم اس مسئلے کو حل کریں۔ اور کسی قسم کی ایسی مشکل پیدا نہ کریں جو ہماری community کیلئے، ہماری حکومت کیلئے مسائل پیدا کریں۔ اور میں آپ کو یقین دلاتا ہوں کہ اس صوبے میں رہنے والی تمام قومیں، بلا تفریق رنگ و نسل اور مذہب۔ اخوت، محبت اور بھائی چارے کو فروغ دینے میں کوئی کسر اٹھا نہیں رکھیں گی۔ بہت شکریہ۔۔۔ (ڈیسک بجائے گئے)

جناب اسپیکر: شکریہ۔ ولیم جان صاحب! بالکل آپ نے time کا خیال رکھا۔ اور دس منٹ میں تقریر مکمل کی۔ محترمہ سپوٹس می صاحبہ! مائیک on کر لیں۔

محترمہ سپوٹس می: بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ۔ شکریہ جناب اسپیکر! کہ آپ نے مجھے اس بجٹ پر بات کرنے کا موقع دیا۔ سب سے پہلے تو میں وزیر اعلیٰ جناب عبدالملک بلوچ صاحب کو مبارکباد پیش کرتی ہوں کہ انہوں نے ایک متوازن اور حقیقی بجٹ اس صوبے کو دیا۔ اسمیں کوئی شک نہیں جناب اسپیکر! کہ یہ ایک انتہائی متوازن اور غیر جانبدار بجٹ ہے۔ اسپیکر صاحب! بلوچستان کی تاریخ میں اس بجٹ کی مثال نہیں ملتی۔ کیونکہ وزیر اعلیٰ صاحب

نے اپنی مدد برانہ صلاحیتوں سے اپنے ذاتی مفادات کو ایک طرف رکھ کر قومی مفادات کو ترجیح دی ہے۔ اور انہی نکات کو سامنے رکھ کر انہوں نے یہ بجٹ پیش کیا ہے۔ اسپیکر صاحب! ایک اور بات جب ہمارے ایک معزز رکن نے بجٹ کو ”الفاظ اور ہندسوں کی ہیر پھیر“ کہا۔ جناب اسپیکر! اس بجٹ کو ہم اگر الفاظ کی ہیر پھیر کہیں گے تو پھر پچھلا بجٹ اور اُس سے پچھلا بجٹ کیا تھا؟ اُس نے عوام کو کیا دیا؟ صوبے کو کیا دیا؟ اُس سے تو بلوچستان کا صوبہ، اور بلوچستان کے عوام زمین بوس ہو کر رہ گئے تھے۔ جسکے حالات سے ابھی ہمیں سنبھلتے سنبھلتے کافی time لگے گا۔ لیکن جناب اسپیکر! میرا خیال ہے ماضی میں جو کوتاہیاں ہوئی ہیں۔ جو غلط پالیسیاں بنائی گئی ہیں۔ اُنکو ہم ایک

طرف رکھ کر، آپکے توسط سے میری اپوزیشن سے درخواست ہے کہ ہمارے ساتھ آ کر اس کا رخیہ میں مدد کرے۔ جو change ہم لانا چاہتے ہیں۔ جو تبدیلی آنے والی ہے۔ اُس میں ہماری مدد کرے۔ اور ہمارے شانہ بشانہ اسمبلی کام کرے۔ جناب اسپیکر! بجٹ کے حوالے سے کافی تفصیلاً بات ہو گئی تھی۔ ترجیحات کا بھی ذکر ہوا ہے۔ کس مد میں، کس موضوع کو اور کس شعبے کو ترجیح دی گئی ہے، بیشک جو شعبہ ہے تعلیم کا۔ اُس میں کوئی شک نہیں ہے کہ وہ ہماری ضرورت ہے، اس صوبے کی خاص طور پر۔ اُس میں پچھلے 65 سال سے ہم پیچھے رہے ہیں۔ اور اب تک ہم وہی بھگت رہے ہیں۔ ہمارے بچے اور ہماری نئی نسل۔ اور کتنی نسلیں گزر چکی ہیں؟ تو اس مد میں جناب اسپیکر! جو اقدامات کیئے گئے ہیں۔ جو پیسے رکھے گئے ہیں۔ یہ خوش آئند قدم ہے۔ اور اس سے آئندہ نسلوں کو ظاہر ہے کافی فائدہ ہوگا۔ اور آئندہ نسلیں اس سے مستفید ہو سکیں گی۔ پرائمری تعلیم کا جناب اسپیکر ہم ذکر کریں گے۔ جس طرح ایک بلڈنگ کی تعمیر ہوتی ہے۔ اور اسکے لئے کنکریٹ اور پختہ بنیاد کی ضرورت ہوتی ہے۔ تو وہ بلڈنگ صحیح طور پر کھڑی ہو سکتی ہے۔ پرائمری تعلیم کی مثال بھی جناب اسپیکر! اسی طرح ہے۔ ہماری پرائمری تعلیم مضبوط ہوگی۔ ہمارے بچوں کی بنیاد مضبوط ہوگی، تو آگے higher education اور اُنکی تعلیم میں اُنکو فائدہ ہوگا۔ اور آگے وہ چل سکیں گے۔ تو پرائمری تعلیم پر توجہ دینا یقیناً ایک خوش آئند بات ہے اور قائد ایوان صاحب نے جو مادری زبانوں کا ذکر کیا ہے تو یہ بہت ہی اچھی بات ہے اگر ایک بچہ اپنی مادری زبان میں جو کچھ سیکھ لیتا ہے وہ تا ابد اُسکے ذہن میں رہتا ہے۔ اسے وہ صحیح طریقے سے آگے منتقل بھی کر سکے گا اور اسکو practically بھی استعمال کر سکے گا۔ صحت کا شعبہ جو پچھلے 65 سالوں سے اسمبلی ہمیں آج تک بہتری نظر نہیں آئی بلکہ ابتری روز بروز ہو رہی ہے۔ کونٹہ میں بھی طبی سہولیات نہیں ہیں۔ ٹیسٹوں کیلئے بھی کراچی جانا پڑتا ہے تو دور افتادہ علاقوں کی بات نہ کریں تو بہتر ہے۔ جناب اسپیکر! جو ہمارے remote areas ہیں جہاں سے مریضوں کو کونٹہ یا دوسرے بڑے شہروں تک لاتے لاتے اُنکی زندگی ختم ہو جاتی ہے۔ جناب اسپیکر! میں اس حوالے سے تھوڑی تجاویز دینا چاہوں گی قائد ایوان کو آپکے توسط سے کہ تعلیم کے شعبے میں جو ہمارے اسکولز ہیں چاہے وہ دیہی علاقوں میں ہوں چاہے شہروں میں اُن میں اساتذہ کی پابندی کروانا اور جو دور افتادہ علاقے ہیں جہاں اساتذہ جانے کو تیار نہیں ہیں وہ اس وجہ سے کہ وہاں خاص کر female کیلئے سہولیات نہیں ہیں۔ اور دیگر سہولیات کا فقدان ہے۔ اُن علاقوں میں اُنکو یہ سہولیات فراہم کی جائیں۔ اور دور افتادہ علاقوں میں جو BHU's اور health centres ہیں اگر وہاں ڈاکٹرز کی تعیناتی میں تو اُنکو بھی پابندی کیا جائے۔ اسکے علاوہ پچھلے سے پچھلے term میں جو کہ میرا first term تھا اُس میں میں نے ایک قرارداد پیش کی تھی موبائل ہسپتالوں کے حوالے سے جو کہ متنقہ طور پر جناب اسپیکر! منظور ہو گئی تھی لیکن

بد قسمتی سے اس پر آج تک عمل نہیں ہوا۔ ان ہسپتالوں کا قیام اگر عمل میں لایا جائے تو آسمیں ہمارے جو remote areas ہیں وہاں کے مریضوں کو بہت زیادہ فائدہ ہوگا کیونکہ اگر ہم وہاں ڈاکٹر تعینات نہیں کر سکتے تو یہی موبائل ٹیمیں جا کر وہاں کے عوام کا علاج معالجہ کر سکتی ہیں۔ تو آپ کے توسط سے یہ میں قائد ایوان تک پہنچانا چاہو گی چونکہ وہ اس شعبے سے منسلک بھی رہے ہیں اور انکو اسکی اہمیت کا اندازہ بھی ہے۔ اسپیکر صاحب! ہم یہاں خواتین کی نمائندگی کرتے ہیں تو بہتر یہ ہوگا کہ ہم ان کے حوالے سے یہ بات کر لیں کہ ہمارے problems کتنے ہیں۔ خواتین صحت اور تعلیمی شعبے دونوں میں مسائل کا شکار رہی ہیں۔ جو اساتذہ خواتین ہیں انکو اگر دُرُوفتادہ علاقوں میں بھیجا جاتا ہے تو انکے لئے حفاظتی اقدامات اور وہاں رہائشی اقدامات ہونے چاہئیں تاکہ وہ جانے کیلئے تیار بھی ہوں۔ اور باقی جو صحت کے حوالے سے جو health centres ہیں وہاں LHV's کی تعیناتی ہوں۔ تو جناب اسپیکر! آپ کے توسط سے میں قائد ایوان تک یہ پہنچانا چاہو گی کہ یہ تجاوز ہیں ان پر اگر غور کر لیں تو انشاء اللہ تعالیٰ ہمارے کافی problems حل ہو سکتے ہیں۔ وزیر اعلیٰ صاحب سے امید کرتی ہوں کہ ان مسائل کا وہ بخوبی حل نکال لینگے۔

امن وامان کو آج کل

اسکی اہمیت ترجیحی ہے۔ امن وامان کے مسئلہ پر ڈاکٹر صاحب اکیلے کچھ نہیں کر سکتے ہیں یہاں ایوان میں ہم لوگ بیٹھے ہیں ہم اپنے اپنے علاقوں کی نمائندگی کرتے ہیں تو ہم سب نے مل کر اپنے اپنے علاقوں سے یہ کام شروع کرنے ہیں۔ تاکہ پورے صوبے میں اور ملک میں امن وامان کا قیام ہو۔ شکر یہ جناب اسپیکر!

جناب اسپیکر: شکر یہ میڈم۔ ڈاکٹر حامد خان! Please take the floor.

ڈاکٹر حامد خان اچکزئی: بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ۔ جناب اسپیکر! ہمیشہ کی طرح میں آپکا مشکور ہوں کہ آپ نے مجھے بولنے کا موقع دیا۔ کوشش کرونگا کہ repetition نہ کروں۔ جناب اسپیکر! میں وزیر اعلیٰ اور اسکے coalition partners کو مبارکباد دیتا ہوں اور مَن و عَن جو اسکی تقریر ہے اس بجٹ کو support کرتا ہوں اور امید ہے کہ ہمارے وزیر اعلیٰ leader amongst the equals کے اصول پر عمل پیرا ہونگے جو نہ صرف یہاں بلکہ ساری دنیا میں پارلیمانی ڈیموکریسی کی بنیاد ہے۔ جناب اسپیکر! میں بڑا مشکور ہوں coalition partners parties کا وزیر اعلیٰ کا اپوزیشن کا اور میڈیا کا جنہوں نے مادری زبانوں کو پارلیمنٹ میں بولنے کی اجازت اور اسکو ذریعہ تعلیم بنانے کا وطیرہ بنایا ہے۔ مجھے یاد ہے میں طالب علم تھا جب سندھی زبان سندھ میں صوبائی حیثیت اختیار کرنے لگی تو پرنٹ میڈیا نے تمام اخباروں کے کناروں پر پرنٹ کر کے کہ اُردو کا جنازہ ہے ذرا ڈھوم سے نکالو۔ آج سندھی رہی تھی اور جنازہ یہ لوگ نکال رہے تھے اُردو کا۔ تو ہم بڑے مشکور ہیں کہ انہوں نے یہ طرز اختیار

نہیں کیا۔ جناب والا! میں بڑا مشکور ہوں صدق دل سے، کہ اپوزیشن لیڈر نے معزز ممبر نے پشتون بلوچ برابری کی بنیاد کا ذکر کیا۔ میں انکا بڑا مشکور ہوں۔ یہ اگر، یہ ہمارا ذمہ نہیں ہونا چاہیے یہ ہر پارٹی کا ذمہ ہے پشتونخوا ملی عوامی پارٹی وفاق میں قومی برابری اور صوبے میں قومی برابری کیلئے کوشاں ہے۔ پاکستان کی بنیاد سے پہلے سے۔ اور ہم درخواست کرتے ہیں اپوزیشن سے خصوصاً Leader of the House سے کہ اسمیں وہ ہماری مدد کریں۔ اور جس طرح انہوں نے صحت مند تنقید کی ہم پر، ہم بھی کچھ صحت مند تنقید ان پر کریں گے۔ وہ اس طرح کہ جمعیت علمائے اسلام ہر ضلع میں ہے ہر صوبے میں ہے محترم حیدری صاحب وہ کہتے ہیں کہ بلوچی زبان زبیا زبان، اور ڈیرہ غازی خان چونکہ بلوچ علاقہ ہے اُسکو بلوچستان میں شامل کرو ہم بھی بلوچ وہ بھی بلوچ۔ تو ہم یہ صحیح سمجھتے ہیں۔ لیکن دوسری طرف جب پشتون زعماء انگریز کے ٹکڑوں کو ہم اکٹھا کرنا چاہتے ہیں تو کہتے ہیں کہ جی! یہ اسلام کے دشمن ہیں اور یہ پاکستان کے دشمن ہیں۔ یہ دو طریقے نہیں ہونے چاہئیں۔ جناب والا! سندھ میں بھی جمعیت علمائے اسلام ہے وہ کہتی ہے کہ جیسے سندھ۔ اسانجو زبان سندھی۔ اور نہ کوئی سندھی جمعیت علمائے اسلام بلوچی علاقوں کا نہ سندھی علاقوں کا وہ قومی لیڈروں پر کفر کے فتوے لگاتے ہیں۔ نہ اسکو واجب القتل قرار دیتے ہیں۔ نہ اُنکے مطالبات کو اسلام اور پاکستان کے دشمنی کی بنیاد کہتے ہیں۔ تو ہم بڑے مشکور ہیں اُنکے، یہ پیسوں کے، بطور میری، یہ جو بٹوارا ہے اسمیں پشتون بلوچ برابری بھی ہو جائیگی مولانا صاحب! یہ قومی ذمہ واری ہے جو کہ ہر ایک پر عائد ہوتی ہے تمام پشتون اور بلوچوں کے حقوق کیلئے پشتونوں کے حقوق کیلئے اُنکی زبان کیلئے۔ جناب والا! دوسری بات یہ ہے کہ یہ ٹیکس وصولی کی نااہلی کسٹم ہے ایکسا ئز ہے پتا نہیں کیا بلا ہے بلوچستان کے پشتون بلوچ صوبے میں چمن کے بارڈر کو تفتان کے بارڈر کو اُسی طرح محفوظ پر امن بنانا چاہیے جس طرح واہگہ بارڈر ہے۔ وہاں ٹرین کی تلاشی ہوتی ہے نہ کسی کو گولی لگتی ہے نہ کہ تم فلا ناں چیز لے جا رہے ہو فلا ناں چیز لے آ رہے ہو۔ یہ بات میں نے پارلیمانی کمیٹی جب آئی تھی آپ کو بھی پتا ہے ہم نے مشاہد حسین سید سے بات کی کہ بھئی یہ کیا معاملہ ہے۔ کہتا ہے کہ ”وہاں پنجاب میں ہم نے ان سب کو کاروبار سمجھا ہے یہ بزنس ہے سوائے منشیات اور اسلحہ کے“ تو میں نے کہا کہ بھئی اگر اُس بارڈر پر یہ ہو رہا ہے تو یہاں شرقی بانی پاس پر کھڑے ہو کر بس کو لوٹ لیتے ہیں کہ جی اسمیں سمگلنگ ہو رہی تھی۔ بھئی کیا سمگلنگ تھی؟ چمن بارڈر پر اُس سے ٹیکس لو اور ادھر منع کر تفتان بارڈر پر اُسکو منع کرو۔ کراچی کے ساحل کا، جو سمندر ہے کہ ہم نے کبھی نہیں سنا ہے کہ کسی کو گولی مار دی گئی ہے کسی کو گرفتار کیا گیا ہے۔ جب ہر بارڈر پر بزنس ہے تو آپکے توسط سے میری وزیر اعلیٰ صاحب سے request ہے، کہ اسکا serious notice لیں۔ ہر چیز ہمارا کاروبار ہے سوائے منشیات اور اسلحہ کے۔ ہمارے پشتون بلوچ کا ایک چھوٹا سا کاروبار ہے تو اسکا اس قسم کا بٹوارا کر رہے ہیں اور بندوق اٹھا کر لوگوں

کو لوٹ رہے ہیں۔ دوسرا جناب والا! terrorism کا معاملہ ہے۔ بھئی یہ جو واقعہ ہوا ہمارے بچوں کے ساتھ ہسپتال کے ساتھ اسمیں یہ کہنا کہ پولیس والے بڑھاؤ ایف سی والے بڑھاؤ فلا نے بڑھاؤ۔ اس سے نہیں ہوگا۔ جناب والا! اس ملک میں ضیاء الحق، اختر عبدالرحمن، کرنل امام، یہ جو ابھی زندہ ہے حمید گل۔ اس قسم کے لوگ ابھی بھی اس فکر کو رکھنے والے ہیں یہ سوچ ہے کہ لال قلعہ پر جھنڈا گاڑنا ہے اور افغانستان کو پانچواں صوبہ بنانا ہے۔ یہ میڈیا میں بھی موجود ہے جناب والا! آپ دیکھتے ہیں ایسے لوگوں کو آ کے بٹھا دیتے ہیں جو منٹوں میں جہاد کا بھی وہ کر دیتے ہیں امریکہ کو بھی پسپا کر دیتے ہیں۔ اور پتا نہیں کہاں کہاں پر جھنڈے گاڑ دیتے ہیں۔ میری وزیر اعلیٰ صاحب سے request ہے آپ کے through کہ ہماری صوبائی گورنمنٹ، فیڈرل گورنمنٹ سے، اداروں سے ہمارے افواج سے، کہ بھائی! ایسے افراد کو درمیان سے نکال دیا جائے۔ اور یہاں ہماری مذہبی جماعتیں ہیں، تو وہ بدترین terrorism کے condemnation نہیں کرتی ہیں۔ جمعیت علماء اسلام کے علاوہ، میں انکو include کر دیتا ہوں، uniformity ہونی چاہیے۔ terrorism کو ہم نے ختم کرنا ہے۔ ایف سی، میف سی، فلا نے سے نہیں ہوتا، بالکل اسی طرح وہ لوگ موجود ہیں۔ ”سارا جہاں ہمارا“ اور رہنے کو گھر نہیں۔ اس فلسفے سے انکو توبہ گار ہونا چاہیے۔ جناب والا! یہ narcotics اور اسلحہ ہمارا، ہم اسکو ”اسگنگ“ کہتے ہیں۔ ہمارے ڈسٹرکٹ میں گھلے عام جناب والا! تریاق کی کاشت۔ ہمیں اچھا نہیں لگتا، ہمیں اپنی افواج عزیز ہے، ہمیں اپنے ادارے عزیز ہیں۔ کرنل صاحب آگے آگے، terrorist اور drug والے انکے پیچھے پیچھے۔ اسکو کاٹ دو۔

(اس موقع پر جناب چیئر مین، سردار رضا محمد بڑیج کرسی صدارت پر متمکن ہوئے)

Welcome to you on this chair. سردار رضا محمد بڑیج صاحب، جناب چیئر مین! شہید کی کاشت، تریاق کی کاشت۔ کرنل صاحب اسکی نگرانی کر رہے۔ میں جناب چیئر مین! آپ کے through چیف انسٹر صاحب سے وعدہ۔ ہم نے جس بندے سے بات کی ہے، خواہ وہ narcotics control کا ہو کہ جی! یہ کورکمانڈر کر سکتا ہے، تو ابھی بجائے اسکے کہ ہم کورکمانڈر کے پاس جائیں، تو We will request اور Honourable Chief Minister to plead this case with him، تاکہ ہماری افواج کی بے عزتی نہ ہو۔ اور میرا ڈسٹرکٹ گلستان، میرا گھر گلستان ہے۔ وہاں F.C سے کوئی 30 میٹر پر یا کوئی 50 میٹر پر یا 100 میٹر پر چرس کی چھوٹی چھوٹی فیکٹریاں ہیں جس کو دنگ کہتے ہیں۔ وہاں crystal تیار ہوتا ہے۔ وہاں چرس صاف ہوتا ہے۔ ان تمام چیزوں کا اگرنوٹس لیا جائے۔ گلستان ہمارا ڈسٹرکٹ، قلعہ عبداللہ بالخصوص اور باقی صوبہ بالعموم۔ تاکہ ہم کو اس، جو دنیا کے بڑے بڑے انہوں نے اپنی جان چھڑالی۔ ہم بھی اسی سے اپنا فائدہ



sector. تو ہم یہ استدعا کرتے ہیں کہ یہ دستکاری کے شعبے ہیں اور بھی ایسی چیزیں ہیں۔ ایگریکلچر ختم ہو رہا ہے اسلئے کہ بجلی نہیں ہے۔ کھاد نہیں دیتے ہیں۔ ہماری ہائی ویز نہیں بنا کر کے دیتے ہیں دس، دس، پندرہ، پندرہ سال سے۔ جناب چیئرمین! آپکے توسط سے ہم request کرینگے کچھلی دفعہ بھی کیا تھا کہ ہماری ہائی ویز، ہمارے روزگار کے یہ ذرائع ہیں، انکو خدرا! فیڈرل گورنمنٹ سے کہ وہ بنا کر دے دے۔ اور اس پر اگر امن وامان بھی ہو تو ہمارے روزگار کے سب سے اچھے ذرائع یہ بن سکتی ہیں۔ یہ terrorist لوگ جو بد معاشی کرتے ہیں جو چوری کرتے ہیں جو بھتہ خوری کرتے ہیں اُنکے کان میں کوئی کہہ دیتا ہے کہ ”تم یہ جاری رکھو تم کو کچھ نہیں کہا جائیگا“ جناب روزگار دیں۔ دس بوری آٹا لے جانے پر بندہ مرا ہے۔ یہ دس بوری مٹیں پر مٹ پر لے جاسکتا ہوں۔ یہ دنیا جہان میں کدھری بھی نہیں ہو رہا ہے پاکستان کے کسی بارڈر پر نہیں ہو رہا ہے۔ بجٹ پر ایک دفعہ پھر مبارکباد دیتا ہوں یہ balanced budget ہے۔ اور شکر ہے کہ ہم بھی اس قابل ہو گئے کہ ہم اوور ڈرافٹ کے قرضدار نہیں ہیں اور فیڈرل گورنمنٹ کے محتاج نہیں ہیں۔ جنگی بنیاد پر ہمارے پانی کا تدارک کیا جائے۔ اور ہمارے سُر اور مال کو تحفظ دینے کے لئے سیکورٹی فراہم کی جائے۔ میں جناب چیئرمین آپکا شکر گزار ہوں۔ خدا حافظ۔ (ڈیسک بجائے گئے)

سردار رضا محمد بڑیچ (چیئرمین): شکر یہ حامد صاحب! میں request کرتا ہوں نصر اللہ زیرے صاحب سے کہ وہ Floor پر آئیں۔

جناب نصر اللہ زیرے: جناب اسپیکر! وزیر اعلیٰ صاحب نے 14-2013ء کا جو بجٹ پیش کیا ہے یقیناً میں اُسے ایک انقلابی بجٹ کہوں گا اسلئے کہ جناب اسپیکر! اس دفعہ بجٹ میں سب سے پہلے تعلیم کو focus کیا گیا ہے اور یقیناً تعلیم کیلئے اس حکومت نے جن کا اب چند ہی روز ہوئے ہیں کہ انہوں نے عنانِ اقتدار سنبھالا ہے اور انہوں نے اپنے بجٹ میں جو کم و بیش 200 ارب روپے کا ہے اُس میں 23% تعلیم کیلئے رکھا ہے اور یقیناً میں کہوں گا کہ میرے ایک فاضل دوست نے کہا کہ آپ نے یہ بجٹ تعلیم کیلئے کیوں رکھا یا اتنے نئے تعلیمی ادارے آپ کیوں کھول رہے ہیں؟ میں کوئٹہ سے جس حلقے سے منتخب ہوا ہوں وہاں اب بھی ہزاروں بچے اور لاکھوں کی آبادی کے بچے پرائمری تعلیم سے محروم ہیں۔ 300 نئے پرائمری اسکول کھولیں گے جبکہ 300 پرائمری اسکول مڈل کا درجہ حاصل کرینگے۔ اسی طرح مڈل اسکول ہائی کا درجہ حاصل کرینگے تو یقیناً ایک تبدیلی آئیگی۔ جناب چیئرمین! اسی طرح صحت کے شعبے کو آپ لے لیں کہ اس حکومت نے 9% بجٹ صحت کیلئے رکھا ہے۔ یقیناً بولان میڈیکل کالج ایک یونیورسٹی میں تبدیلی ہوگی اسی طرح تعلیم کے حوالے سے یہاں لورالائی میں ایک میڈیکل کالج بنے گا تربت میں ایک میڈیکل کالج بنے گا۔ یقیناً وہاں کے عوام کو انکی اپنی ہی دہلیز پر یہ سہولت ملے گی۔ اسی طرح 5000 طلباء کو میٹرٹ کی بنیاد پر اسکا لرشپ

دی جائیگی۔ جس سے غریب طلباء جو ملک کے اعلیٰ تعلیمی اداروں میں جا کر اپنی تعلیم جاری رکھ سکیں گے۔ اسی طرح اس بجٹ میں ہم نے 200 بلڈوزر خریدنے کا حکومت کا پروگرام ہے۔ یقیناً ہمارے عوام کی معاشی زندگی کا زیادہ تر انحصار زراعت پر ہے۔ یہ اُنکے لئے مددگار ثابت ہوگا۔ اور energy کے حوالے سے حکومت نے کہا ہے کہ solar energy پر ٹیوب ویلز چلائیں گے۔ اور اس سے بجلی کی بچت ہوگی۔ یقیناً ہمارے عوام کیلئے، تو حکومت نے مجموعی طور پر جو بجٹ پیش کیا ہے، وہ ایک متوازن بجٹ ہے۔ اور سب سے بڑھ کر جس طرح ڈاکٹر صاحب نے کہا کہ مادری زبانوں میں تعلیم دی جائیگی۔ اور 1988ء میں بھی جب ڈاکٹر صاحب اور ہماری پارٹی اُس وقت حکومت میں تھی، تو اُس وقت بھی فیصلہ ہوا تھا۔ اُس وقت بھی نصاب چھپ چکا تھا۔ اُس وقت بھی بچوں نے پرائمری سکولوں میں تعلیم مادری زبانوں میں شروع کی تھی۔ لیکن بادل نخواستہ جب اُسکے بعد حکومتیں آئیں انہوں نے یہ سلسلہ ختم کیا۔ جو قابل مذمت ہے۔ کیوں ایسا کیا گیا کیوں ہمارے بچوں کو اپنی مادری زبانوں نے روکا گیا؟ تو اس حکومت نے فیصلہ کیا ہے کہ وہ یقیناً مادری زبانوں میں تعلیم دلائے گی۔ جناب اسپیکر! یقیناً جس طرح دوستوں نے کہا کہ کیوں اس بجٹ میں block allocation میں رقم رکھی گئی ہے؟ اسکیمات کیوں ظاہر نہیں کی گئی ہیں؟ میں بتاؤں، اس PSDP میں، میرے حلقے میں، جس ممبر صاحب نے گیارہ کلومیٹر روڈ رکھی ہے۔ اور میں خود گیا ہوں وہ روڈ صرف ڈیڑھ کلومیٹر کی ہے۔ اُس پر کروڑوں روپے نکالے گئے ہیں۔ اور اس PSDP میں لکھا گیا ہے "various" بہت ساری جگہوں میں قلعہ سیف اللہ، قلعہ عبداللہ میں "Construction of road" کوئی جگہ ظاہر نہیں ہے۔ میں بتاؤں گا۔ ہم وہاں گئے ہیں قلعہ عبداللہ میں اُس پر کروڑوں روپے نکالے گئے ہیں۔ کہاں گئے وہ پیسے؟ کیوں روڈ نہیں بن سکی؟ کیا ایسا ہوا ہے کہ دس سال تک ایک اسکیم چلتی رہی ہر بجٹ میں اُس کیلئے رقم۔ تاکہ لوٹ مار کا سلسلہ جاری رکھا جائے۔ کیوں ایسا ہو رہا ہے؟ کیا ہمیں اس ملک کا قانون، ہماری روایات، اسلام ہمیں اس بات کی اجازت دیتا ہے؟ احتساب تو ہونا چاہئے۔ ایک ممبر صاحب ہیں، میں آج elect ہو کر آیا ہوں، میں نے اپنی جو جائیداد ہے، جو اثاثے ہیں، میں نے نامزدگی فارم میں ظاہر کئے ہیں۔ اور دس سال کے بعد میرے پاس اتنی لمبی چوڑی گاڑیاں کہاں سے آگئیں؟ میرے پاس دہلی، لندن اور یہاں کوئٹہ، میں کراچی میں flats کہاں سے آگئے؟ اسکا جواب دینا چاہئے۔ لوگ کہتے ہیں "کہ ہم حضرت عمر فاروقؓ کے نقش قدم پر چل رہے ہیں" کیا حضرت عمر فاروقؓ سے بھرے مجلس میں جب وہ خطبہ دے رہے تھے، کسی عام بڈونے، ایک عربی نے، ایک عام شخص نے کہا "کہ آپ خطبہ نہیں پڑھ سکتے ہیں" کس سے کہا؟ حضرت عمر فاروقؓ سے۔ اُس جراحہابی سے کہا۔ جو امیر المؤمنین تھا۔ جو مسلمانوں کا خلیفہ تھا۔ اُسکو روکا گیا "کہ آپ نے جو کُرتہ پہنا ہے، یہ تو سب کو یہی یہ کپڑا مالِ غنیمت میں۔ اور

ہم میں سے کسی کا بھی گرتہ نہیں بن سکا آپ کا کیسا بنا؟ آپ نے زیادہ لیا ہے۔ اُس نے کہا ”کہ بالکل آپ صحیح فرما رہے ہیں۔ اور میں نے اپنے بیٹے کا حصہ اور اپنا جو حصہ تھا اُنکو جوڑ کر میں نے اپنا گرتہ بنایا ہے“۔ لوگ یہاں کہتے ہیں کہ حضرت عثمان غنیؓ، حضرت ابوبکر صدیقؓ کی مثالیں دی جاتی ہیں۔ کیا اُنہوں نے یہ نہیں کہا تھا۔ کیا اُنہوں نے پیغمبر اسلام ﷺ کے سامنے اپنے تمام مال، اسباب، جائیداد نہیں رکھی تھی ”کہ سب اسلام کیلئے وقف ہے“، کیا کسی نے آج تک کچھ اس طرح وقف کیا ہے؟ سب کچھ لوٹا۔ سب کی جیبیں بھر گئیں۔ احتساب تو ہونا چاہئے۔ سب کا احتساب ہونا چاہیے۔ ہم بھی احتساب کیلئے تیار ہیں۔ ہم نے جو دیا ہے، نامزدگی فارم میں، پانچ سال کے بعد بھی ہم اُسی طرح رہیں گے۔ اگر ہوا تو ہمارا بھی احتساب ہونا چاہیے۔۔۔ (ڈیسک بجائے گئے) جناب اسپیکر! کہہ رہے ہیں کہ ہر کسی پر corruption کے الزامات لگتے ہیں۔ کیوں نہیں لگیں۔ سب سے پوچھا جا سکتا ہے۔ ٹھیک ہے ہم عوام کے منتخب نمائندے ہیں۔ ہمیں یہ حق دیا گیا ہے۔ اور میں وزیر اعلیٰ صاحب سے کہوں گا کہ آپکے توسط سے اس House کو اپنی authority قائم کرنی چاہیے۔ کیونکہ یہ عوام کے منتخب نمائندے ہیں۔ اُنکو، اُنکے جو احکامات ہیں، وہ ہماری Civil Bureaucracy کو ماننے چاہئیں لیکن ایسا نہیں ہو رہا ہے۔ وہ اسلئے نہیں ہو رہا، میں کیا کہوں۔ England کی Parliament کتنی خود مختار ہے۔ کیا اُنکے پاس یہ powers نہیں ہیں کہ اگر England کی Parliament یا U.K کی Parliament لکھ کر دے دے ”کہ ملکہ کو پھانسی یا King کو پھانسی ہونی چاہئے“ اُس بادشاہ کو اپنی موت کے پروانے پر دستخط کرنے پڑتے ہیں۔ اتنے اختیارات ہیں اُن Parliaments کے۔ لیکن اسلئے نہیں ہیں۔ تو میں کہتا ہوں کہ اس Parliament کو اپنے اختیارات لینے چاہئیں۔ یہ ہمارا حق ہے کیوں ایسا نہ ہو ہمیں تمام تفصیلات دینی چاہئیں، ہمارا حق ہے کہ میں جا کر اس روڈ پر کھڑا ہو جاؤں جو روڈ بن رہی ہے کہ اس پر کونسا کام ہو رہا ہے۔ میرا حق ہے کہ میں اس بلڈنگ کے بارے میں جو بن رہی ہے میرے حلقے میں، جس حلقے میں بھی ہے، میں جا کر اس ایس ڈی او صاحب اس XEN صاحب سے پوچھ سکوں کہ اس پر آپ نے کونسا سرمایہ استعمال کیا ہے۔ یہ میرا حق ہے مجھے میرے عوام نے یہ حق دیا ہے۔ اور عوام کی طاقت خدا کی طاقت ہوتی ہے۔ میں وزیر اعلیٰ صاحب سے کہوں گا کہ اپنی authority کو استعمال کیا جائے۔ آج بھی میں کہتا ہوں کہ جس طرح ماضی میں کیا گیا۔ کیا ہم اس سے بخوبی آگاہ نہیں ہیں کہ شہر کے تمام تھانے فروخت ہوتے ہیں؟ ہر ایس ایچ او صاحب monthly اپنے ڈی ایس پی، ایس، پی اور آئی جی تک پیسے دیئے جاتے ہیں مجھے بتایا جائے چند ہی نام بتائے جائیں کہ کونسے آفیسرز ایماندار ہیں؟ یہ طریقہ ختم ہونا چاہئے۔ یہ حصہ، یہ بلڈنگ میں حصہ ایس ڈی او صاحب کا، XEN صاحب کا، سیکرٹری صاحب کا۔ یہ طریقہ مزید چلنے نہیں دیں گے اسلئے کہ آپ یقین کریں کہ

عوام اتنا تنگ ہیں۔ جب شہر میں آپکا پانی نہیں ہے پینے کیلئے۔ اس وقت کوئٹہ شہر میں تمام ٹیوب ویلز بند ہیں۔ سڑکوں کی حالت آپ دیکھ رہے ہیں کیا صورتحال ہے؟ لوگ اتنے تنگ ہیں، لوگ ہمیں پکڑیں گے۔ جب صبح سویرے لوگ میرے گھر کے سامنے ہونگے تو میں ضرور جاؤں گا اُس department کے پاس۔ اگر اس طرح نہیں ہوا تو آپ یقین کریں کہ لوگ مصر کے ”التحریر چوک“ کو بھول جائیں گے۔ پھر کوئی حفاظتی حصار، جتنا بھی آپ گورنر صاحب، وزیر اعلیٰ صاحب، چیف سیکریٹری صاحب، جتنے آئی جی ہیں، جو بھی ہے وہ پھر کام نہیں کر سکیں گے۔ جناب اسپیکر! ماضی میں کیا نہیں ہوا؟ سب جو ہیں ناں وہ کیا کہتے ہیں کہ نوشتہ دیوار ہیں۔ لوگ ابھی سڑکوں پر باتیں کرتے ہیں۔ جناب اسپیکر! میں کہوں گا کہ سرکاری فنڈز کو کس طرح غلط استعمال کیا گیا ہے۔ کیا ایک عوامی فنڈ کو کسی مدرسے پر خرچ کیا جاسکتا ہے؟ کروڑوں روپے خرچ کئے گئے۔ ہائی کورٹ نے فیصلہ دیا اسکے باوجود۔۔۔ (مداخلت) میں نے کسی کا نام نہیں لیا ہے جناب اسپیکر صاحب! کیوں ایسا ہوا؟ میں وزیر اعلیٰ صاحب سے کہوں گا کہ اس کیلئے کمیٹی بنائی جائے۔ ان تمام اسکیمات کے، جتنی بھی دس سال کی سکیمات تھیں۔ بس آپ ہر بجٹ میں on-going۔۔۔ (ڈیسک بجائے گئے) جناب اسپیکر! میں وزیر اعلیٰ صاحب سے کہوں گا کہ کمیٹی بنائی جائے، judiciary کو اُس میں شامل کیا جائے۔ اُس میں نیک نام افسروں کو شامل کیا جائے۔ تاکہ ان تمام دس سال کی جتنی بھی اسکیمات ہیں، ایک، ایک اسکیم کا الگ طور پر جائزہ لیا جائے۔ اگر واقعی جس طرح میرے ایک فاضل ممبر نے کہا کہ واقعی اگر مفاد عامہ میں ہے ایک اسکیم۔ بالکل میری تجویز ہے کہ اس اسکیم کو شامل کیا جائے۔ اس کے لئے پیسے دیئے جائیں۔ اُسے complete کیا جائے۔ اگر نہیں ہے، صرف پیسوں کی خاطر رکھی گئی ہے۔ تو پھر اُس اسکیم کے بارے میں یقیناً عوام کو بتایا جائے۔

جناب چیئرمین: زیرے صاحب! آپ time کا بھی تھوڑا خیال رکھیے گا۔

جناب نصر اللہ زیرے: جی ہاں بالکل۔ یقیناً جناب اسپیکر! جس طرح ڈاکٹر صاحب نے کہا کہ امن وامان کا مسئلہ بہت ہی گہبیر ہے۔ اب آپ دیکھیں کہ اس ہفتے میں اس ملک میں کیا کچھ نہیں ہوا ہے؟ اسکی تاریخ بڑی لمبی ہے۔ چالیس سال ہمیں پیچھے جانا ہوگا کہ کیا کچھ ہمارے آمر حکمرانوں نے کیا ہے۔ اور آج اسکا خمیازہ ہم بھگت رہے ہیں۔ اور مزید بھگتیں گے۔ آپ نے دیکھا کہ ہماری Women University کا واقعہ ہوا۔ بچیوں کو نہیں بخشا گیا۔ شعبہ حادثات میں حملہ ہوا۔ ہمارے اعلیٰ افسران اسمیں بچ کر نکل گئے۔ ڈپٹی کمشنر صاحب بیچارے اسمیں شہید ہو گئے۔ ڈاکٹر شبیر مگسی اسمیں شہید ہو گئے۔ کئی بچیاں شہید ہو گئیں۔ پشاور میں نماز جنازہ، مسجد میں دھماکہ ہوا۔ ابھی بچھلی ہی رات آپ نے دیکھا کہ گلگت میں کیا ہوا۔ کیا اس ملک کو ہم نے اس طرح چلانا ہے؟ کیا ہم اس طرح کھلی

اجازت دینگے کہ جو بھی کہے؟ نہیں اس طرح نہیں ہوگا۔ آپ سعودی عرب جائیں۔ ایک اسلامی ریاست ہے۔ UAE ایک اسلامی ریاست ہے۔ باقی 54 اسلامی ممالک ہیں۔ کیا اُنکو اس طرح مذہبی رہنماؤں کو اجازت دی جاتی ہے کہ جو کچھ کہیں، کسی کے بارے میں بھی، اُنکے اختیار میں ہے، اُنکی جیب میں فتوے پڑے ہوئے ہیں؟ نہیں، سب پر پابندی ہے۔ ہمارا ایک ڈیپارٹمنٹ ہے، حج و اوقاف کا۔ ایک طریقہ کار ہونا چاہئے۔ حکومت کو، ڈیپارٹمنٹ کو ایک خطبہ دینا چاہئے۔ اس طرح دیکھو! جب اُنکو گھلی آزادی دی گئی۔ جب محراب کو ممبر استعمال کیا اپنے ذاتی مقاصد کیلئے۔ تو اب اُسکے نتائج کیا ہیں۔۔۔ پشتو کے ایک شاعر ہیں درویش درانی صاحب اس نے خوب کہا ہے:-

سوک بہ دَ چا قصیدمے نہ پرے وائی سوک بہ دہ چا قصیدمے نہ پرے وائی

ممبر بہ وی تش دَ آذان دہ پارہ

کوئی کسی کے قصیدے نہیں پڑھے گا۔ کوئی کسی کے قصیدے نہیں پڑھے گا۔ محراب اور ممبر صرف اُس میں خدا تعالیٰ کی اُسکے پیغمبر ﷺ کی بڑائی بیان کی جائیگی۔ جناب اسپیکر! میں کہوں گا کونٹہ کے جو حالات ہیں، یہاں پانی کا جو مسئلہ درپیش ہے۔ یہاں امن و امان کی صورتحال ہے۔ اس پر وزیر اعلیٰ صاحب خصوصی طور پر توجہ دیں۔ اسلئے کہ تمام ممبران اسمبلی چاہئے وہ تربت سے آیا ہے۔ چاہے وہ قلعہ عبداللہ، پشین سے آیا ہے۔ سب یہاں کونٹہ شہر میں رہتے ہیں۔ میں سمجھتا ہوں کہ اس صوبے کا ہر تیسرا شخص وہ کونٹہ میں رہتا ہے۔ لیکن کسی کو فکر نہیں ہوتی ہے اس شہر کی کیوں نہ ہو اسلئے لئے ایک اعلیٰ سطح کا اجلاس بلایا جائے۔ بالخصوص امن و امان کے حوالے سے۔ بہت ساری ایسی چیزیں ہیں کہ وہ پولیس کے control میں آسکتی ہیں۔ آئی جی صاحب، ڈی آئی جی صاحب، ایس پی صاحبان، یہ کر سکتے ہیں۔ لیکن آپ کو پورے طرح سے اسکو control کرنا ہوگا۔ میں جانتا ہوں۔ ایسا نہیں ہے۔ میں اس شہر میں پیدا ہوا ہوں۔ میں نے politics کیے ہیں۔ ہم gross roots سے ہی یہاں پہنچے ہیں۔ تو امن و امان کے حوالے سے ایک ایسی میٹنگ، ایسی تبدیلی کہ کم از کم چوروں، ڈکیتوں۔ پہلے تو یہ ہوتا تھا کہ جب کوئی چور پکڑا جاتا تھا۔ گاڑی میں اُسکو سوار کر کے وہ ابھی تک تھانے نہیں پہنچتا تھا کہ پیچھے سے وزیر صاحب فون کرتے تھے کہ ”اپنا بندہ ہے اسکو چھوڑ دو“ کم از کم اب کوئی وزیر صاحب یہ نہیں کریں گے۔ ایسا نہیں ہوگا کہ وزراء کے خود مسلح گروپس ہونگے۔ وہ زمانہ چلا گیا۔ یہ یقین جانیئے کہ ہم نے خلوص نیت سے یہ طے کیا ہے، ہم نے یہ عہد کیا ہے کہ ہم عوام کی خدمت کریں گے۔ ہمارے ذاتی کوئی مفادات نہیں ہیں۔ ہم عوام کی خدمت کریں گے اُس کیلئے ہم آئے ہیں۔ اور یقیناً اس حوالے سے ہے، میں تمام، جتنے بھی ہمارے آفیسران ہیں، جتنے بھی departments کے، خدارا! ایک قومی جذبے کے تحت آپ لوگ کام کریں۔ جب قومی جذبہ نہیں ہوگا تو کچھ نہیں ہو سکے گا۔ بہت کچھ ہوا۔ بہت سارا پانی پلوں کے سامنے سے گزر گیا۔

اب عوام بہت زیادہ تنگ ہیں۔ خدارا! اس حوالے سے آپ ہماری مدد کریں۔ اور ہم آپ سے مدد کے طلب گار ہیں۔ کہ ہر چیز پر آپ سے ہم مشورہ کریں گے۔ تو میں آخر میں آپ سب کا اور جناب اسپیکر صاحب! آپ کا مشکور ہوں کہ آپ نے مجھے time دیا۔ میں آخر میں اس شعر کے ساتھ کہ:-

نن پہ تورہ شبہہ کی زیرے ڈ لمر وؤسو      نن پہ تورہ شبہہ کی زیرے ڈ لمر وؤسو

تیارے ختم شوے دظلم سحر ووسو

ڈیرہ مننہ دخدائے پہ آمان.... (ڈبیک بجائے گئے)

جناب چیئرمین: میں سردار مصطفیٰ خان سے request کرتا ہوں کہ وہ floor لے لیں۔

سردار غلام مصطفیٰ خان ترین: بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ جناب اسپیکر صاحب! ایسے حالات میں 14-2013ء کا بجٹ پیش کیا گیا۔ ایک جونئی حکومت کو short time ملا تھا۔ بہت کم time ملا تھا کہ اُسے بجٹ کی تیاری آگئی۔ اور دوسرا سارے پاکستان اور ہمارے صوبے کے حالات، بہت سخت مشکلات سے دوچار تھے۔ تو ایسے حالات میں یہ بجٹ لانا، میں وزیر اعلیٰ صاحب اور اُنکے نمائندوں کو جو انہوں نے کوشش کی کہ ”ایک عوامی بجٹ پیش کیا جائے“ اور یقیناً انہوں نے ایک عوامی بجٹ پیش کیا۔ عوام کا خیال رکھا گیا۔ اس صوبے کیلئے جو مشکلات تھیں، ہر لحاظ سے اُنکو کو cover کرنے کیلئے اس بجٹ میں بہت کوششیں کی گئیں۔ جناب والا! یقیناً یہ بجٹ جو آج اس پر بحث ہو رہی ہے۔ ہم لوگ تھوڑا سا پیچھے جائیں۔ دس سال کا period کہ ان دس سالوں میں ہمارے اس صوبے کو بربادی کی حد تک انہوں نے رکھا، ہر لحاظ سے برباد کیا۔ آپ ہر شعبہ کو لیں۔ چاہے تعلیم ہو۔ چاہے امن و امان ہو۔ چاہے صحت ہو۔ چاہے زراعت ہو۔ یقیناً جس ملک میں ادارے فعال نہیں ہونگے۔ اُسے ایمانداری نہیں ہوگی۔ اُسے سچائی نہیں ہوگی۔ اُسے عوام کی مشکلات کو کم رکھنے کی کوشش نہیں کی جائیگی۔ جیسے یہاں ہمارے صوبے میں چل رہا ہے۔ بڑے افسوس کے ساتھ کہنا پڑتا ہے کہ وہ لوگ جو کل ان بچوں پر بیٹھے تھے آج ان بچوں پر بیٹھے ہیں۔ ان دس سالوں میں، جو آج یہ کہہ رہا ہے اُس پر عملدرآمد ہوتا تو آج ہمارا یہ صوبہ ہر لحاظ سے سارے پاکستان میں پہلے نمبر پر ہوتا۔ سب سے پہلے انہوں نے یہ کیا جناب والا! کہ تمام اداروں کو ختم کیا اور یہ نہیں سوچا تو جناب والا! میں ذرا تعلیم پر بات کروں۔ ہمارے تعلیمی ادارے، ہم لوگ باہر سے نہیں آئے ہیں۔ ہم اس صوبے کے مالک ہیں اور ہر چیز ہماری آنکھوں کے سامنے ہے۔ یہ تاریخی بات نہیں ہے کہ ہم لوگ تاریخ پڑھیں۔ یہ ہمارے سامنے ہیں ہم دیکھ رہے ہیں کہ ہماری تعلیم برباد ہو رہی ہے۔ یہ کس کی وجہ سے برباد ہوئی؟ اُس حکومت نے بربادی کی۔ میں بڑے افسوس کے ساتھ کہتا ہوں۔ یہاں جتنے بھی بیٹھے ہیں، سیکرٹری صاحب بیٹھے ہیں، بے ادبی معاف مولوی واسع صاحب تو نہیں

ہیں۔ یہ آپ بتائیں کہ کس کا لڑکا سرکاری اسکول میں پڑھتا ہے۔ سیکرٹری تعلیم کا، ڈائریکٹر کا، آپ بتائیں کیوں نہیں پڑھواتے ہیں؟ کیا وجہ ہے بتائیں؟ اُس کو علم ہے، سیکرٹری صاحب کو علم ہے۔ ہم سب کو علم ہیں کہ یہاں پڑھائی نہیں ہے۔ مولوی واسع چلے گئے۔ میں ان سے پوچھتا ہوں کہ اُنکا بیٹا کہاں پڑھتا ہے؟ ادھر ہم دعوے کرتے ہیں، عوامی دعوے۔ لوگوں کے مفاد کے دعوے۔ اور ہم بیٹھے ہوئے ہیں کہ ہم اس صوبے کی خدمت کرتے ہیں۔ ہم سیکرٹری، ہم ڈائریکٹر صاحب، ہم نمائندہ ہیں، ہم وزیر ہیں۔ وزیر صاحب کا لڑکا کون سے اسکول میں پڑھتا ہے؟ جناب والا! ایک ٹیچر جس اسکول میں بچوں کو تعلیم دیتا ہے، وہی ٹیچر صبح اپنے بیٹے کو موٹر سائیکل پر بٹھا کر پرائیویٹ کسی اسکول میں چھوڑ کر پھر آ کر اس اسکول میں بچوں کو پڑھاتا ہے۔ بڑے افسوس کی بات ہے جب ٹیچر کو اپنے پر یہ اعتماد نہیں ہے، بھروسہ نہیں ہے کہ ہم اپنے اسکول میں اپنی کلاس کو صحیح پڑھاتے ہیں یا نہیں۔ تو اس حال میں ہم تعلیم کو کس طرح آگے لیں جائیں۔ اس سے نہیں ہوتا ہے کہ جناب والا! کہ بس پیسے رکھو۔ یہ تو دس سال تک ہوتا رہا۔ اربوں روپے رکھے گئے۔ ہر چیز کیلئے رکھے گئے۔ لیکن result میں zero۔ اب جا کر کے یار! بہت افسوس کی بات ہے۔ سیکرٹری صاحب بیٹھے ہیں۔ میں اسے نہیں کہتا ہوں یہ صوبہ اُنکا ہے۔ یہ اُنکی ذمہ داری ہے۔ وہ جوابدہ ہیں اللہ تعالیٰ کے سامنے اس اسمبلی کے سامنے اور عوام کے سامنے۔ آپ بتائیں جب اسکول کھلتے ہیں اور چھ مہینے کے بعد اُنکو course ملتا ہے۔ چار مہینے کے بعد ملتا ہے۔ ٹاٹ اُنکے پاس نہیں ہے۔ کتابیں اُنکے پاس صحیح نہیں پہنچتیں۔ کون کرتا ہے؟ پیسے تو ہو گئے۔ ٹینڈر ہو گیا۔ سب کچھ ہو گیا۔ لیکن وقت پر یہ کتابیں سکول میں کیوں نہیں پہنچتیں۔ یہ ذمہ داری کس کی ہے؟ جناب والا! سیکرٹری صاحب ہمیں بتائیں کہ پورے سال میں وہ کسی اسکول میں گیا ہے؟ کسی ضلع کا دورہ کیا ہے؟ ہمارے زمانے میں ہوتا تھا، کم سے کم سال میں ایک دفعہ سیکرٹری صاحب تمام اسکولوں کا دورہ کر کے رپورٹ اکٹھی کر لیتے تھے۔ دس سالوں میں اُنکو یہ تکلیف۔ وہ ایئر کنڈیشنر کمروں میں بیٹھتے ہیں۔ اور ہمارے بچے دھوپ میں، سردیوں میں باہر ٹائٹوں پر بیٹھتے ہیں۔ اُنکے لئے کمرے نہیں ہوتے۔ کوئی نمبر گیا ہے؟ کسی نے پوچھا ہے؟ کسی نے اسمبلی میں بولا؟ نہیں، کل وزیر اعلیٰ صاحب نے ایک نوٹس جاری کیا۔ اسپیکر صاحب نے بھی وارننگ دی کہ سیکرٹری صاحبان حاضر ہو جائیں۔ چلو ماشاء اللہ آج تو سب حاضر ہیں۔ اور وزیر اعلیٰ صاحب کو پتا ہے کہ جون کا مہینہ چل رہا ہے۔ آپ کو خود پتا ہے ہم لوگوں کے پاس time کہاں ہوتا ہے۔ اور باقی جو لوٹ مار میں پڑے ہوئے ہیں۔ وہ ہم لوگوں کو پتا ہے جیسا کہ وزیر صاحب نے کہا، ہم جاتے ہیں سیکرٹری صاحب کے پاس کہ بھائی! آپ کی یہ جو روڈ وغیرہ میں پھر زیرے کی اس بات کی تائید کرتا ہوں کہ وزیر اعلیٰ ایک کمیٹی بنائیں۔ اور ان تمام کاموں کو check کریں۔ ہمارے ہاں ایک روڈ بنی دو کروڑ، پتا نہیں کتنے سے، پہلے سے اس کا ٹینڈر ہو چکا ہے۔ اُسی روڈ کو

پیالیں کلومیٹر تک انہوں نے پہنچایا۔ ہر سال اُسکے لئے پیسے دیتے رہے۔ اور یہ روڈ complete نہیں ہو رہی ہے۔ میں نے خود گاڑی میں بیٹھ کر اُس روڈ کی پیمائش کی۔ سات کلومیٹر بنی ہے۔ اور اس روڈ پر چوبیس کروڑ روپے payment ہو چکے ہیں۔ ابھی آپ خود اندازہ لگائیں۔ سیکرٹری صاحب کہاں غائب تھے؟ یہ تو ممبر کا کام نہیں ہے۔ ٹھیک ہے ممبر corruption کرتا ہیلیکن اُسکے ساتھ کون ملا ہوا ہے؟ اس کو راستہ کون بتاتا ہے؟ payment کون کرتا ہے، دستخط کون کرتا ہے، بل کون بناتا ہے؟ یہی تو بات ہے کہ ہم سب لوگ اسمیں، کہ اس صوبے کے پیسوں کو کس طرح لُٹا جائے؟ عوام کے پیسوں کو کس طرح لُٹا جائے؟ چاہے تعلیم میں ہو، چاہے امن وامان میں ہو، چاہے زراعت میں ہو، چاہے صحت میں۔ عوام کی بھلائی کیلئے جو پیسے رکھے جاتے ہیں۔ وہ چند لوگ لُٹ کر کے لے جاتے ہیں۔ اور پوچھنے والا کوئی نہیں ہے۔ جناب والا! تعلیم کو ہمیں صحیح معنوں میں، ابھی تو اس بجٹ میں یقیناً میں پھر مبارکباد دیتا ہوں کہ اس کم عرصے میں ایک صحیح بجٹ پیش کیا گیا۔ اور عوامی بجٹ پیش کیا گیا۔ عوام کے مفاد کیلئے پیش کیا، کسی ممبر کیلئے نہیں۔ اسلئے کچھ لوگ آج ناراض ہیں ”کہ ہمیں کیوں نہیں دیا“۔ نہیں یہ بجٹ ممبروں کا نہیں، یہ عوام کا ہے۔ وزیر اعلیٰ نے صرف یہ گناہ کیا کہ ممبروں کا بجٹ نہیں بنایا، عوام کا بجٹ بنایا۔۔۔ (ڈیسک بجائے گئے) اور میں وزیر اعلیٰ سے کہتا ہوں یہ گناہ آپ بار بار کریں۔ انشاء اللہ و تعالیٰ عوام کی صحیح نمائندگی کی ہے۔ جناب والا! تعلیم کے لئے پیسے تو رکھ لئے، لیکن اُنکو ابھی صحیح استعمال کرنے کی ہمیں ضرورت ہے۔ میں آپکو یقین سے کہتا ہوں کہ اسمیں ہماری تعلیم کے محکمے کی جو بھی ذمہ داری ہوگی وہ ایمانداری کرے۔ اور سب سے پہلے تو میں جناب والا! ایک تجویز آپکو دوں گا۔ کہ سیکرٹری تعلیم کو ہر ضلع کا دورہ کرنا چاہیے۔ اور اُسکے ساتھ اُنکا جو بھی وہاں نمائندہ ہوگا، وہ اُنکے ساتھ ہونا چاہیے۔ تمام اسکولوں کی ایک صحیح رپورٹ بن کر آنی چاہیے۔ جہاں بھی مشکلات ہوں، جہاں ٹیچر حاضر نہیں ہوتے، جہاں کمرے نہیں ہیں، جہاں لیبارٹری نہیں ہے، جہاں پینے کا پانی نہیں ہے۔ تاکہ اس ادارے کو ایک صحیح راہ پر ہم گامزن کریں۔ بلکہ میری یہ تجویز ہر ادارے کیلئے ہے۔ یقیناً ایک تو ہماری کچھیلی حکومتوں نے ہمارے ساتھ یہ ظلم کیا۔ کہ ایسے ٹیچروں کو انہوں نے بھرتی کیا جو اس قابل نہیں ہیں کہ بچوں کو پڑھائیں۔ اور سب ٹیچروں کا، میں پھر وزیر اعلیٰ سے کہتا ہوں کہ سب کی ڈگریوں کو check کرنا چاہئے۔ یہاں تو ہم کو معلوم ہے، ابھی بھی ہمارے ممبران صاحبان پر cases چل رہے ہیں۔ سب جعلی ڈگری۔ یہ جعلی ڈگریاں جو یہاں بن رہی ہیں۔ اور یہاں لوگوں کو ان پر ملازمتیں دی گئی ہیں۔ اور صحیح معنوں میں یہاں میرٹ نہیں ہے۔ ہاں! وہی نواب صاحب کہہ رہے تھے۔ اپنے نواب صاحب کی بات کر رہا ہوں کہ degree is a degree۔ یہ ڈگری، ڈگری تو ہے۔ تو جناب والا!۔۔۔۔۔

جناب چیئرمین: ذرا time کا خیال رکھیے گا۔

سردار غلام مصطفیٰ خان ترین: ابھی تو بہت سی باتیں باقی ہیں۔

جناب چیئرمین: اور ابھی بہت سے speakers ہیں ہمارے۔

جناب سعید اللہ جان بابت: دن بھی بڑے ہیں نا، جون ہے۔

سردار غلام مصطفیٰ خان ترین: جناب والا! اسی طرح امن وامان کا مسئلہ۔ یقیناً امن وامان ہمارے لئے سب سے

اولین ترجیح ہے۔ جب امن وامان نہیں ہوگا تو یہاں کچھ بھی نہیں ہوگا۔ آپ کی تعلیم ہوگی نہ آپ کا کوئی اور کاروبار ہوگا نہ

تجارت آپ کر سکتے ہیں۔ جناب والا! یقیناً ہمیں یہ معلوم ہے کہ وزیر اعلیٰ صاحب نے اپنی تقریر میں سب سے پہلے

یہ کہا ”کہ میری اولین ترجیح یہ ہوگی کہ یہاں امن وامان قائم کرنا ہے“ اور یہ سارے صوبے کی خواہش ہے۔ لیکن

افسوس مجھے ایک بات پر ہے جناب والا! کہ عوام امن چاہتے ہیں۔ اور ہمارے کچھ ادارے یہ نہیں چاہتے کہ یہاں

امن ہو۔ سارے عوام سے آج آپ پوچھیں، وہ اللہ تعالیٰ سے یہی دعا کر رہے ہیں، حکومت سے یہ اپیل کر رہے ہیں

”کہ خدارا! ہمیں امن دے۔ ہمیں سکون دے“، لیکن یہ امن کیوں نہیں آرہا ہے، اسکی وجہ کیا ہے؟ یہ بات میری سمجھ

سے بالاتر ہے۔ کہ یہاں اس صوبے کی آبادی کم سے کم مجھے تو علم نہیں ہے میں کم سے کم یہ کہوں گا کہ 70-80 لاکھ

آبادی تو ہوگی۔ اسمیں کتنے لوگ ہیں جو امن نہیں چاہتے۔ بہت کم لوگ ہیں۔ اور یہ ساٹھ۔ ستر لاکھ عوام، وہ اسلئے

آپ کے ساتھ، حکومت کے ساتھ تعاون کر رہے ہیں۔ ہر چیز میں ”کہ ہم امن چاہتے ہیں“۔ لیکن افسوس کی بات یہ ہے

جناب والا! یہ دس سال پرانا result ہمارے سامنے ہے۔ اگر دس سال میں صحیح معنوں میں اس امن وامان کا کام

ہو جاتا اسکو ترجیح دی جاتی، میں یقین سے کہتا ہوں کہ آج اس صوبے میں امن ہوتا۔ امن تھا، امن آئیگا۔ لیکن برا لگتا

ہے کہ میں کسی کے پیچھے بات کروں۔ لیکن عوام کو سب کچھ معلوم ہے۔ کہ امن نہیں چاہتا؟ کس لحاظ سے نہیں

چاہتا؟ بلکہ میں آپکو یہ بتاؤں جناب والا! کہ امن کی بجائے، یہاں لوگوں کو بھرتی کیا جا رہا ہے۔ انکو کلاشنکوف کے

لائسنس دیئے جا رہے ہیں۔ انکو کارڈ دیئے جا رہے ہیں۔ کسی پوسٹ پر انکو check نہیں کیا جاتا۔ یہ امن کون

خراب کر رہا ہے، یہ عوام کر رہے ہیں؟ نہیں۔ جناب والا! یہ وہ لوگ ہیں جو اس ملک کو اور اس صوبے کی بربادی

کر رہے ہیں۔ کون نہیں جانتا ہے۔ آپ میں سے کوئی یہ بتائیں کہ یارا! میں نہیں جانتا ہوں کہ امن کس کی وجہ سے

خراب ہے؟ جبکہ سب بول رہے ہیں کہ ہم امن کیلئے لڑ رہے ہیں۔ ہمارا ادارہ یہ کہہ رہا ہے۔ پھر یہ امن کیوں نہیں

آتا؟ جب ادارے کہہ رہے ہیں، ہماری فوج کہہ رہی ہے، ہماری پولیس کہہ رہی ہے۔ ہماری ایف سی کہہ رہی ہے۔

عوام کہہ رہے ہیں۔ پھر یہ امن کیوں نہیں آتا۔ کیا وجہ ہے اور ہماری ایک بات ہے کہتے ہیں کہ ”اس میں بیرونی ملکوں

کا ہاتھ ہے، ہم جانتے ہیں انکے بیرونی ممالک کدھر ہیں؟ ہمارے صوبے میں، ہم ایک دوسرے کو نہیں جانتے ہیں؟ کیوں ہم چھپا رہے ہیں کیوں ہم آنکھیں بند کر رہے ہیں؟ کیوں ہم لوگوں کو غلط راستے پر ڈال رہے ہیں؟ کہ یہ چور نہیں ہے۔ یہ ڈاکو نہیں ہے، ڈاکو وہ ہے۔ اور حقیقت میں چور ڈاکو یہی ہیں جو عوام نشاندہی کر رہے ہیں۔ اور اس پر کوئی توجہ نہیں دی جا رہی ہے۔ جناب والا! ہمیں ایمانداری سے، عوام کا تو میں آپکو لکھ کر دیتا ہوں کہ وہ ایمانداری سے اور اس امن و امان کی خاطر ہر چیز کی قربانی کیلئے تیار ہیں۔ جو کمی ہے، وہ اداروں میں ہے۔ اداروں کو آگے بڑھنا ہوگا۔ ان کو یہ چیز ختم کرنا ہوگی۔ بات چیت کے ذریعے حل کرنا چاہیے۔ اور کچھ ایسے لوگ ہیں جو انہوں نے قسم کھائی ہوئی ہے کہ ہم اس صوبے یا اس ملک کو برباد کر رہے ہیں، تو اسکے لئے دوسرا راستہ بھی ہے۔ اور جو ہمارے بھائی ہیں، ناراض ہو چکے ہیں۔ ان سے بات چیت ہونی چاہیے۔ جناب والا! ہمارے اور بلوچوں کا رسم رواج ایک ہے۔ میرے خیال میں یہ اسمبلی ہے، ہمارے عوام کا یہ رواج ہے۔ ہم لوگ کرتے ہیں۔ نواب صاحب بھی بیٹھے ہیں۔ تین نواب صاحبان بیٹھے ہوئے ہیں۔ سردار صاحبان بیٹھے ہوئے ہیں، علماء صاحبان بیٹھے ہوئے ہیں۔ جناب والا! ہمارا رواج کیا ہے؟ ہم جب کسی کے پاس میٹھ لے جاتے ہیں۔ تو یہی لوگ آگے ہوتے ہیں۔ ہمارے پاس اسمبلی میں کسی چیز کی کمی نہیں ہے۔ آؤ! مل کر ایمانداری، سچائی اور اخلاص کے ساتھ، ہم لوگ یہی ارادہ کریں کہ ہم نے اس صوبے کو امن دینا ہے۔ اور اسمیں ہم لوگوں کو سچ بات کرنی ہوگی۔ جو بھی یاد ہوگی کہ امن لانا ہے۔ تو جناب والا! انشاء اللہ تعالیٰ، اللہ تعالیٰ نیت کو دیکھتا ہے۔ کہ آپکی نیت صحیح ہے یا غلط۔ انشاء اللہ تعالیٰ ہماری اس حکومتی، وزیر اعلیٰ اور ہمارے دوسرے ساتھیوں کی نیت صحیح ہے۔ انشاء اللہ تعالیٰ ہمیں یہ اُمید ہے کہ اللہ تعالیٰ بھی اسمیں ہماری مدد کریگا۔ تو جناب والا! امن کیلئے ہمیں اور جدوجہد تیز کرنی چاہیے۔ خالی باتوں پر نہیں کہ آج ہم نے بول دیا، سب نے سنا، کل جو ہونا ہے پرواہ نہیں ہے۔ نہیں، ایمانداری سے اٹھنا ہے، ارادہ کرنا ہے۔ کہ یہ جو ہماری پچھلی اُس دن جو دھماکے میں گئیں۔ اور حقیقت میں یہاں کی ساری عورتیں گھروں میں پریشان ہیں۔ اُنکا بیٹا، اُنکا خاوند، اُنکا باپ، وہ گھر سے نکلتے ہیں، اُس وقت تک وہ بے چین رہتی ہے کہ آیا میرا بیٹا صحیح سلامت گھر آئیگا یا نہیں۔ تو یہ حالات ہیں ہمارے۔ اور ان حالات میں ہمیں ایمانداری سے آگے بڑھنا ہوگا۔ تو جناب والا! آخری بات باقی چھوڑ دیتا ہوں۔ ہماری صحت کے مسئلے ہیں، یقیناً میں اپنے حلقے کی بات کرونگا، سب کا یہی حال ہوگا۔ کوئٹہ کے ہسپتالوں کا یہی حال ہے۔ وہ بالکل zero ہیں۔ بلکہ میں یہ کہوں گا کہ ہر مکمل zero پر چل رہا ہے۔ انکو ابھی آگے لیجانا ہے۔ پرسوں پشین میں حادثہ ہوا تھا، تو اس کو ہسپتال لایا گیا۔ ایک تو بجلی نہیں ہے، لوڈ شیڈنگ ہے۔ آپکو پتا ہے جناب والا! ہسپتال میں کوئی چیز نہیں تھی۔ تو وہ موبائل کی light سے مریض کو پٹی لگایا جا رہا تھا۔ اور سننے میں بھی یہی آیا ہے کہ وہاں بجلی کا

انتظام ہے، لیکن جب اُن سے پوچھا گیا کہ آپ جنریٹریوں start نہیں کر رہے ہیں؟ تو انہوں نے کہا کہ ہمارے پاس ڈیزل نہیں ہے۔ اسی طرح دوائیوں کی حالت ہے جناب والا! میں وزیر اعلیٰ صاحب سے درخواست کرتا ہوں کہ یہ دوائیاں جب ہسپتالوں میں بھیجی جاتی ہیں، ایک تو یہاں ہمیں معلوم ہی نہیں ہے کہ طریقہ کار کیا ہے؟ سننے میں آیا ہے کہ پہلے وہ کسی ٹھیکیدار کو دیتے ہیں یا خود خریدتے ہیں۔ پھر اسکے بعد ضلعوں پر تقسیم کیا جاتا ہے۔ اور ہمارا ایک رواج ہے جناب والا! کہ وہاں کسی میڈیکل میں دس سال پرانا رواج قائم ہے۔

جناب چیئرمین: سردار صاحب! مہربانی اگر مختصر کریں اگر۔ wind up کر دیں please. سردار غلام مصطفیٰ خان ترین: بس آخری بات۔ جناب والا! ہم نے تین چار میڈیکل پال رکھے ہیں۔ اور ڈاکٹر، ایم ایس اور ڈی ایچ اوصاحب سے، میں نے کہا کہ وہ دوائیاں اس میڈیکل سے chit کے ذریعے خریدتے ہیں۔ اور وہ chit ڈاکٹر صاحب اُس میڈیکل کو بھیجتے ہیں۔ پھر وہاں سے دوائیاں آتی ہیں۔ تو یہ ڈاکٹر صاحب مہینے میں، لوگوں کو دو ہزار کی دوائیاں نہیں دیتے ہیں۔ اور جب بل نکالتے ہیں ڈاکٹر صاحب اور MPA صاحب سب ملے ہوئے ہیں۔ وہ چٹیں بنا کر کے پرانی تاریخوں میں اور میڈیکل والوں کو payment کر دیتے ہیں۔ لاکھوں اور ہزاروں کے حساب سے۔ تو جناب والا! ہر چیز پر ہمیں توجہ دینی چاہیے۔ اور اس برائی کو ہم لوگوں نے ختم کرنا ہے۔ اور آگے بڑھنا ہے۔ جناب والا!

جناب چیئرمین: سردار صاحب! آپ کی مہربانی۔ Madam Samina! Now it is your turn to take the floor.

**Samina Khan:** بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ Thank you Mr. Speaker! The Budget 2013-14 is prepared and it is appreciable for our coalition government. Now first of all I go through, that we should throw focus on the policies which could boost our economy status. I think a Bank of Balochistan need to be launched in the province for providing loans to the concerned to invest in different sectors, as well as private and international investors to be motivated to invest, especially in mineral sectors in the province. Keeping on the same topic I stress on taxation system .

**Mr . Chairman:** Madam Samina! You are not supposed to read any thing from the text .

**Samina Khan:** I avoid this? No, I can't .

**Mr . Chairman:** You could speak Urdu .

**Samina Khan:-** Discretion of Speaker's in Urdu, No problems, ok.

---(مداخلت - شور)

جناب چیئرمین: ڈاکٹر صاحب! مہربانی کر کے آپ بیٹھ جائیں۔

**Samina Khan:** I think the taxation system may be improved in our province, like Punjab and our other sister Provinces. And tax should be collected. So that's OK. I avoid it. But it is our official language .

---(مداخلت - شور)

جناب چیئرمین: please، آپ لوگ اپنی seats پر بیٹھیں، مہربانی۔ continue, please

**Samina Khan:** Regarding the budget 2013-14, the education has been kept on the priority. It is a great pleasure for the people of Balochistan. Here I include few more steps as where number of Primary Schools are being registered in different districts of province and old Primary Schools will be upgraded to Middle and Middle Schools will be upgraded to Matric. So in the same way Matric Schools will be upgraded to inter-level and Degrees Colleges to Universities, as well as a Mining University to be registered in the Province along with the Mining Bank. Because we have to make future of our generations not of today. Here so on other proposals and policies in my mind relating to the education sectors which will be discussed on convenient time in order to implement Insha-Allah as here we have limited time for discussion. It has been given to us here ten minutes to express our views, so I do regard it. But one thing other, here I missing even any one Environmental Schemes in PSDP connection with family entertainment, while we need number of standard family parks and as well as walking tracks in Quetta City, following the other big cities of the Provinces. And I conclude my

views with that as I mentioned the parks and walking tracks that's why it is said that "Health Minds Creates Healthy Society". Thank you .

---(ڈیک بجائے گئے)---

جناب چیئرمین: Thank you very much ہمارے پاس وقت کم ہے۔ دوپہر کے کھانے کا اہتمام کیا گیا ہے۔ اور سیکورٹی کے پیش نظر عقبی دروازے کے پیچھے لائبریری کیساتھ۔ تو آپ لوگ تشریف لے جائینگے۔ نماز کا وقت ہوگا، تو نماز کیلئے اور کھانے کیلئے ہم break کریں گے، پونے دو بجے سے پونے تین بجے تک۔ تو اسی دوران ہم کوشش کریں گے کہ ہم کوئی speeches لے لیں۔ میں اب request کرتا ہوں، زیارتوال صاحب تو نہیں ہیں، نواب ایاز خان جو گیزٹی صاحب سے کہ۔ Please take the floor۔۔۔(ڈیک بجائے گئے)

نواب محمد ایاز خان جو گیزٹی: نَحْمَدُهُ، وَنُصَلِّي عَلَى رَسُولِهِ الْكَرِيمِ۔ اَمَّا بَعْدُ۔ اَعُوذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيمِ۔ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيمِ۔ جناب اسپیکر! سب سے پہلے تو میں بجٹ 2013-14ء اور وزیر اعلیٰ ڈاکٹر عبدالمالک بلوچ کو اور اپنے سارے colleagues کو مبارکباد پیش کرتا ہوں کہ اس صوبے کی تاریخ میں ایک متوازن بجٹ، جسمیں خاص کر education کیلئے جو رقم رکھی گئی ہے۔ جناب اسپیکر! دنیا کی قومیں جب ترقی کرتی ہیں تو ان میں تعلیم کا ایک بڑا role ہوتا ہے۔ اور وہ ترقی یافتہ ممالک جو اس وقت ترقی کے مناظر طے کرتے ہوئے دنیا جہاں کی منڈیوں پر اُنکا غلبہ ہے۔ اُنکا اختیار ہے۔ China جیسے ملک جو ایک سال بعد ہم سے آزاد ہوا۔ وہ اس وقت دنیا جہاں کی منڈیوں میں اُسکی products اور اتنا صنعتی انقلاب پوری دنیا میں اُنہوں نے لایا۔ اور ہم ایک سال پہلے China سے آزاد ہوئے ہیں۔ لیکن بد قسمتی سے ہمارے اس 65 سالہ ملک میں، جو ایک طرف دنیا جہاں کی ساری نعمتیں، سارے وسائل ہمارے ملک میں ہیں۔ لیکن دوسری طرف اس وقت زندگی کے کسی بھی شعبے میں آپ اگر دیکھیں تو ہم دنیا کے تقریباً ایک سو اسی، ایک سو پچاسی ملکوں میں ہر چیز میں تقریباً ڈیڑھ سو کے بعد ہمارا نمبر آتا ہے۔ ایسے وقت میں جناب اسپیکر! جہاں امریکہ مرتخ پر پانی کی تلاش کر رہا ہے۔ اور کسی حد تک وہ کامیاب بھی ہوا ہے۔ اور وہ آثار بھی ملے ہیں۔ لیکن بد قسمتی سے اس 21st century میں ہمارے کوئٹہ شہر میں، جو اس صوبے کا واحد مرکزی شہر ہے۔ جہاں اس صوبے کا سیکرٹریٹ ہے، جہاں اس صوبے کی اسمبلی ہے، اور اس پورے صوبے کے نمائندے اس شہر میں آتے ہیں۔ اس شہر میں ایک بوند پانی کیلئے لوگ ترستے ہیں۔ یعنی یہاں ایک طرف پورا واسا ڈیپارٹمنٹ ہے۔ تقریباً اڑھائی تین ہزار کے درمیان اُنکے employees ہیں۔ اُنکی بھاری بھر کم تنخواہیں ہیں۔ اُنکی گاڑیاں۔ اُنکے جنگلے، اُنکے fuel کے خرچے ہیں۔ لیکن افسوس کیساتھ یہ کہنا پڑتا ہے کہ ہمارے

غریب لوگ اس شہر میں، جن کی monthly آمدنی دس بارہ ہزار روپے ہیں maximum۔ وہ لوگ مہینے کے تقریباً تین، ساڑھے تین ہزار روپے پانی کے دیتے ہیں۔ ایک بوری آٹا تقریباً ساڑھے چار ہزار روپے کی ہے۔ یعنی ہمارے وہ مزدور کار لوگ جو دس، بارہ ہزار روپے تنخواہ لیتے ہیں۔ وہ مہینے کے صرف دو بوری آٹا اور تین چار ٹینکر پانی خریدتے ہیں۔ تو آپ سوچیں کہ وہ اپنے بچوں کو تعلیم کس طرح دلوائیں گے؟ وہ علاج کس طرح کروائیں گے؟ جناب اسپیکر! اس وقت ہمارے صوبے کے سارے ادارے collapse ہو چکے ہیں۔ برباد ہو چکے ہیں۔ ماضی کی غلطیوں سے، ماضی میں اس ایوان میں عوام نے جن لوگوں کو منتخب کر کے بھیجا، انہوں نے وہ role play نہیں کیا۔ وہ ذمہ داریاں ادا نہیں کیں کہ لوگوں کے مسائل کی طرف توجہ دے دیں۔ میں نے پہلے فرمایا کہ ایک طرف ہمارے صوبے میں سب کچھ سارے وسائل ہیں، لیکن دوسری طرف ہمارے لوگوں کیلئے، ہمارے بچوں کیلئے، نہ علاج کے پیسے ہیں، نہ تعلیم کے پیسے ہیں۔ تو ایسے حالات میں آپ بتائیں کہ ہم کیسے ترقی کرینگے؟ ہمارے اسکولوں کی یہ حالت ہے۔ سیکرٹری ایجوکیشن بیٹھا ہوگا۔ نہیں جانتا کہ اس وقت سیکرٹری ایجوکیشن کون ہے۔ بہر حال اسکول تو بنتے ہیں۔ اسکول ڈھڑا ڈھڑ بنے ہیں۔ کچھ ٹھیکیداروں کو نوازنے کیلئے۔ ghost ٹھیکیداروں کے نوازنے کیلئے ہمارے گاؤں گاؤں میں اسکول بنے ہوئے ہیں۔ لیکن ان اسکولوں کی یہ حالت ہے کہ کچھ اسکولوں میں وہاں کے جو ملک ہیں یا خان ہیں انکے بیٹھک بنے ہوئے ہیں۔ اور کچھ ایسے اسکول ہیں جو اتنے غیر معیاری بنائے گئے ہیں کہ ایک ہی سال میں انکی چھتیں، کھڑکیاں اور دروازے سارے اُکھڑ چکے ہیں۔ میں داد دیتا ہوں، جس نے بھی بجٹ بنایا۔ اس بجٹ میں میں سمجھتا ہوں کہ بیورو کریسی کا زیادہ عمل دخل تھا۔ کیونکہ وقت کم تھا۔ ابھی تک جو ہمارا democratic setup ہے، وہ مکمل نہیں ہو چکا ہے۔ under-process ہے۔ لیکن نسبتاً میں انکو appreciate کرتا ہوں اور بہتر سمجھتا ہوں۔ صحت کے حوالے سے جناب اسپیکر! بہت سارے ایسے لوگ ہیں جو afford کر سکتے ہیں۔ وہ یا تو کراچی جاتے ہیں علاج کیلئے یا پنجاب۔ یا کچھ ایسے لوگ ہیں جو علاج کیلئے اس وقت انڈیا جا رہے ہیں۔ ہمارے اس شہر میں ایک بہت بڑا Hospital بنا ہوا ہے۔ لیکن اس Hospital میں وہ equipment۔ وہ جدید آلات جس کیلئے ہمیں کراچی جانا پڑتا ہے۔ دانستہ طور پر ان آلات کو یہاں خراب کیا جاتا ہے۔ تاکہ یہاں کے غریب عوام ان ڈاکٹروں کے پرائیویٹ hospitals میں جا کر انکے M.R.، C.T-Scan اور X-ray وغیرہ وغیرہ ہو سکیں۔ یہاں ایک پیسے کی دوڑ لگی ہوئی ہے جناب اسپیکر! ڈاکٹروں کا جو فریضہ ہے عوام دوستی کا۔ وہ ڈاکٹر پورا نہیں کر رہے ہیں۔ Health Secretary بیٹھے ہوئے ہیں۔ میں نے قلعہ سیف اللہ میں 93ء میں جب میں M.N.A تھا۔ میں نے خود اپنے pocket سے آٹھ لاکھ روپے دیکرز مین

purchase کیا۔ اُس پر ایک بڑا Hospital بنایا، Provincial Government کی مدد سے۔ لیکن اُس Provincial District Hospital کی۔ کبھی جب میں گاؤں سے آتا ہوں۔ پچھلے سال دسمبر میں کونڈہ آتے ہوئے ایک دم گاڑی میں نے موڑی اور Hospital کے اندر گیا۔ دسمبر کا مہینہ تھا۔ کافی سردی تھی۔ تو جیسے ہی Hospital میں داخل ہوا تو بہت سارے لوگ میرے پیچھے لگ گئے۔ پہلی دفعہ میں گیا ایک وارڈ میں۔ وہاں سفید ریش تقریباً سات، آٹھ patients پڑے ہوئے تھے۔ blankets اوڑھے ہوئے تھے۔ اسٹوپ لگا ہوا تھا۔ لیکن اُس میں آگ نہیں تھی۔ تو میں نے پوچھا یہ اسٹوپ لگا ہوا ہے۔ آپ کو government کی طرف سے لٹکا، کونڈہ وغیرہ ملتا ہے، جب سردی بڑھ جاتی ہے رات کو؟ تو انہوں نے کہا ”کہ نہیں۔ سردی جب بڑھتی ہے تو خود ہم لٹریاں لاتے ہیں“ میں نے کہا کہ آپ کے سر ہانے جو یہ medicines پڑی ہوئی ہیں۔ یہ خود آپ نے purchase کی ہوئی ہیں یا Hospital سے ملی ہیں؟ انہوں نے کہا ”یہ خود ہم نے میڈیکل اسٹور سے purchase کی ہوئی ہیں“ یعنی اُس وارڈ میں جو حالت تھی۔ کچرے کے انبار پڑے ہوئے تھے۔ تو میں نے اُن سے پوچھا کہ صفائی کیلئے کوئی آتا ہے؟ انہوں نے کہا کہ ”ایک ہفتہ ہوا ہے یہاں صفائی کیلئے کوئی نہیں آیا ہے“ تو میں وہاں سے نکلا۔ آپریشن تھیٹر آیا۔ اُسکی حالت، وہاں ایک چودہ سالہ بچے کو operate کیا جا رہا تھا۔ دسمبر کے مہینے میں وہاں دوراڈ والا ہیٹر لگا ہوا تھا۔ میں نے ڈاکٹر سے کہا آپ اسکو operate کر رہے ہیں۔ اسکو تو نمونیا ہو جائیگا۔ انہوں نے کہا ”کہ نواب صاحب! ہم کیا کریں“ لیکن جب ہم administration block میں آئے اور دروازہ میں نے کھولا۔ وہاں اسٹوپ بھی لگا ہوا تھا اور ہیٹر بھی۔ چائے بھی پی رہے تھے۔ آخر میں M.S کے office میں گیا۔ وہ بالکل ایک گرم حمام کی طرح تھا۔ تو میں نے کہا کہ دھر ہے M.S۔ ایک چھوٹے قد والا پہلے سے میرے ساتھ چل رہا تھا۔ اُس نے کہا ”کہ نواب صاحب! M.S میں ہوں“ میں نے کہا یہ اچھا ہوا آپ پورے دورے میں میرے ساتھ تھے۔ آپ نے سب کچھ دیکھ لیا۔ میں اور باقی باتوں پر نہیں جاتا۔ لیکن صرف آپ سے یہ پوچھنا چاہتا ہوں ”کہ یہ صفائی، اُن بندوں نے کہا کہ سات دن سے ہم یہاں ہیں۔ کوئی صفائی والا نہیں آیا۔ یہ صفائی کیوں نہیں ہو رہی ہے؟ انہوں نے کہا ”کہ نواب صاحب! یہ صفائی میں نہیں کرا سکتا“ میں نے کہا کہ آپ ایک عجیب M.S ہیں۔ آپ اس Hospital کے incharge ہیں۔ لیکن آپ sweeper سے صفائی نہیں کرا سکتے ہیں کیا وجہ ہے؟ انہوں نے کہا ”کہ چار sweepers ہیں۔ ان چہاروں پوسٹوں پر ملنا لگے ہوئے ہیں“ آپ خود اندازہ لگائیں کہ teachers ہمارے سیاسی بنیادوں پر بھرتی ہوئے ہیں، جو پارٹی کے کارکن ہیں، اُنکی لسٹ D.C کے پاس پہنچتی تھی۔ اور اُسکے ساتھ order ہوتا تھا کہ ان بندوں کو آپ نے لگانا ہے۔ اب یہ

حالت ہے ہمارے اسکولوں کی کہ سارے اسکول بند پڑے ہوئے ہیں۔ اور اُن ٹیچروں میں اتنی اہلیت نہیں ہے کہ وہ بچوں کو پڑھا سکیں۔ ہم نے سارا نظام تباہ کر دیا ہے۔ ہم نے اسکولوں کو تباہ کر دیا ہے۔ ہم نے ہسپتالوں کو تباہ کر دیا ہے۔ ہم نے law and order کو تباہ کر دیا ہے۔ ان سب کے ذمہ دار اس ملک کی Politicians ہیں۔ اس ملک کے سیاستدان ہیں۔ وہ سیاستدان، جو اس الیکشن میں عوام نے اُنکو مسترد کر دیا۔ اُنکے غلط رویوں کی وجہ سے۔ اُنکی غلط planning کی وجہ سے۔ آپ جا کر دیکھیں۔ آپ ہماری روڈوں کی حالت کو دیکھیں۔ یعنی دل کو تکلیف پہنچتی ہے کہ اس ملک کے خزانے کو جس بیدردی سے لوٹا گیا۔ دس کروڑ روپے پر ایک روڈ بنائی گئی ہے جناب اسپیکر! اُس روڈ پر پورے دن میں ایک موٹر سائیکل بھی نہیں گزرتی۔ سارے پیسے ہمارے روڈوں پر نکلے۔ تعلیم کیلئے کچھ نہیں ہوا۔ پچھلے دس سال سے ژوب میں ریزینڈنشل ماڈل اسکول ابھی تک ایسا ہی پڑا ہوا ہے۔ اُسکے لئے کوئی پیسہ نہیں ہے۔ لوگوں میں ٹرانسفارمرز تقسیم کیئے جا رہے ہیں۔ ان ٹرانسفارمرز کو ہم نے کیا کرنا ہے؟ بجلی ہے ہی نہیں۔ پہلے تو آپ بجلی کا بندوبست کر لیں۔ پھر آپ ٹرانسفارمرز لگا کر دیں۔ یعنی پیسے کا اتنا mis-use ہم نے کیا کہ کوئی معیاری چیز ہم نے نہیں بنائی۔ آپ جا کر دیکھیں flood-protection کے جو walls بنائے گئے ہیں۔ ایک ہی flood میں وہ بہہ جاتے ہیں۔ ہمارے علاقوں میں کچھ ٹھیکیدار کروڑ پتی بن گئے ہیں۔ جناب اسپیکر! یہ بجٹ تو ہم نے پیش کیا۔ لیکن اس پر implementation کون کریگا؟ یہی بیوروکریسی کریگی۔ ہم اور بیوروکریسی مل کر کریں گے۔ بیوروکریسی سے ہماری یہ گزارش ہے کہ جس طرح وہ کہتے ہیں، اللہ پاک کا فرمان ہے قرآن شریف میں کہ ”نہیں بدلتا میں اُس قوم کی حالت، جو قوم اپنی حالت خود بدلنے کی کوشش نہیں کرتی“، عوام نے تو یہ کوشش کی کہ اسمبلی میں تبدیلی لائے۔ اب یہ ہماری ذمہ داری بنتی ہے کہ ہم نے اس صوبے کی حالت کو، جو ایک بُرائی کی طرف جا رہی تھی، اُسکو اچھائی کی طرف لانے میں، ہمارا کونسا role بنتا ہے، ہمارا کون سا کردار بنتا ہے؟ ہمیں عوام نے ایک mandate دیا ہے۔ ہم عوام کے نمائندے ہیں۔ اور بیوروکریسی عوام کے ملازم ہیں۔ جناب اسپیکر! خدا نہ کرے اگر ہم نے غفلت کی۔ اور جب عوام کے ہاتھ ہمارے گریبان پر پڑیں گے۔ اُس سے پہلے ہمارے ہاتھ بیوروکریسی کے گریبان پر ہوں۔ اس پر کوئی compromise نہیں ہوگا۔۔۔ (ڈیبٹ بجائے گئے) ہم نے عوام کو کچھ کر کے دکھانا ہے۔ عوام کی بہت بڑی توقعات ہم سے وابستہ ہیں۔ جناب اسپیکر! مسائل بہت ہیں۔ اور آپ کہتے ہیں کہ وقت کم ہے۔ ہمارے سب سے پہلے اس صوبے میں بجلی کا مسئلہ ہے۔ بجلی ہمارے insecure ہے۔ جس علاقے سے ہماری transmission line آئی ہے۔ ایک تو اس ملک میں بجلی ہے ہی نہیں۔ جب تھوڑی بہت ملتی ہے، وہ کبھی کبھار بم رکھ کر ٹاورز اُڑا دیئے جاتے ہیں۔ اور پھر چار، چار،

پانچ، پانچ، ایک، ایک ہفتہ، دس دن تک بجلی نہیں ہوتی۔ اور ایسے season میں جب ہمارے fruits تیار ہو رہے ہیں۔ اب یہ حالت ہے زمینداروں کی کہ انہوں نے اپنے پرائیویٹ generators لگائے ہوئے ہیں آٹھ لاکھ روپے کا ڈیزل وہ سالانہ خرچ کرتا ہے۔ باغ جتنے پیسوں کا بکتا ہے۔ وہ سارے ڈیزل میں چلے جاتے ہیں۔ اور جو چھوٹے چھوٹے زمیندار تھے۔ اُنکی زمینداری خشک ہوگئی۔ اب فی الحال تو وہ لکڑی بیچ رہے ہیں۔ لیکن وہ سوکھے درخت ختم ہو جائیں گے۔ پھر وہ شہر کی طرف نکل مکانی کریں گے۔ اس شہر کی طرف روزگار کی تلاش میں۔ اور پہلے سے ہی یہ شہر over-populated ہے۔ اور مزید لوگوں کو برداشت نہیں کر سکتا۔ اور ملک کی یہ حالت ہے کہ ہمارے صوبے کے لوگوں کو کراچی میں نہیں چھوڑا جا رہا۔ ہم پر چاروں طرف سے دروازے بند ہو چکے ہیں۔ ایران ہمیں نہیں چھوڑ رہا ہے۔ انڈیا ہمیں نہیں چھوڑ رہا ہے۔ افغانستان کا ہم پر شک ہے۔ وہ ہمیں نہیں چھوڑ رہا ہے۔ ہم اس ملک کے اندر ایک دوسرے صوبے کے لوگوں کو نہیں چھوڑ رہے ہیں۔ آخر ہم نے کرنا کیا ہے؟ میں نے تو ساتھیوں کو یہ تجویز دی تھی کہ اس صوبے میں کچھ technical centres کھولے جائیں۔

جناب چیئرمین: نواب صاحب! اگر وہ نہ ہو۔ اصل میں کھانے کا وقت ہو چاہتا ہے۔ نماز کا وقت ہوگا۔

نواب محمد ایاز خان جوگیزی: technique، ہنر، ہمارے نوجوانوں کو سکھایا جائے۔ میں دعوے کے ساتھ کہتا ہوں کہ season میں، جب مارچ میں پنجاب سے۔ پنجاب سے وہ rejected skilled، وہ لوگ جو آتے ہیں یہاں۔ ہر بندہ واپسی پر جاتے ہوئے کم سے کم دس، بارہ لاکھ روپے ساتھ لے جاتا ہے۔ ہمیں وہ techniques سکھائے جائیں۔ وہ ہنر سکھائے جائیں ہمارے نوجوانوں کو۔ تاکہ وہ خود اپنے ہاتھوں سے کما سکیں۔ جناب اسپیکر! law and order کی حالت اس صوبے میں، اس بجٹ میں سولہ ارب روپے تقریباً law and order کیلئے۔۔۔۔۔

جناب چیئرمین: نواب صاحب! اگر وقت کے بعد آپ دوبارہ۔۔۔۔۔

نواب محمد ایاز خان جوگیزی: بس میں ختم کر رہا ہوں، اہم مسئلہ۔ Law and order کے حوالے سے جناب اسپیکر! یہاں اس صوبے میں، اس شہر میں، جتنے بھی تھانے ہیں۔ یہ ایک musical-chair کی طرح ہیں۔ انکے SHO's ہیں۔ بس وہ ایسے chain کی طرح وہ جارہے ہیں ایک تھانے سے دوسرے تھانے میں۔ دوسرے سے تیسرے میں۔ بس وہ musical-chair کی طرح وہ گھوم رہے ہیں۔ اس شہر سے ان سارے SHO's کو آپ ڈاکٹر صاحب کے علاقے میں بھیج دیں۔ تاکہ انکو وہاں اچھی عبرت ملیں۔ یہاں جو حالات خراب ہوئے ہیں وہ پولیس والوں نے کیے ہیں۔ پولیس کے جو تھانے ہیں وہ ان غنڈہ گردوں کے اڈے بن چکے

ہیں۔۔۔ (ڈیسک بجائے گئے) وہ بد معاشوں کے اڈے بن چکے ہیں۔ وہاں رات کو Kidnapers اور car-snatchers سارے وہاں پر بیٹھے رہتے ہیں۔ اُن سب کے ساتھ یہ SHO's شامل ہیں۔ جب تک آپ پولیس کا نظام ٹھیک نہیں کریں گے، اس شہر میں امن نہیں آئے گا۔ جب پولیس ٹھیک ہوگی تو اس شہر میں F.C کی ضرورت نہیں رہے گی۔ تو جناب چیئر مین! باتیں بہت ہیں۔ مسائل بہت ہیں لیکن آپ بار بار مجھے interrupt کر رہے ہیں۔

جناب چیئر مین: اگر آپ چاہیں تو وقفے کے بعد آپ continue کر سکتے ہیں؟

نواب محمد ایاز خان جوگیزئی: ٹھیک ہے۔ Thank you sir

جناب چیئر مین: بڑی مہربانی۔ کھانے کا بندوبست ہو چکا ہے۔ آپ معزز اراکین سے درخواست ہے کہ آپ عقبی دروازے سے چلے جائیں۔ اور یہاں بیٹھے ہوئے سیکرٹری صاحبان سے گزارش ہے کہ وہ کھانے کیلئے تشریف لے جائیں۔ انشاء اللہ وقفے کے بعد پونے تین بجے دوبارہ اجلاس شروع ہوگا۔ شکریہ جی۔

(وقفہ، دوپہر ایک بجکر 40 منٹ پر ہوا)

(اجلاس دوبارہ سہ پہر 2 بجکر 45 منٹ پر زبردست سردار رضا محمد بڑیچ، جناب چیئر مین شروع ہوا)

سردار رضا محمد بڑیچ (چیئر مین): بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ نواب ایاز صاحب سے request ہے کہ وہ اپنی تقریر continue کریں۔

نواب محمد ایاز خان جوگیزئی: شکریہ جناب اسپیکر! کہ آپ نے مجھے دوبارہ وقفہ کے بعد time دیا۔ جناب اسپیکر! میں اُس وقت law and order کے مسئلے پر بات کر رہا تھا۔ تو بجٹ میں جتنی رقم اس سال 2013-14ء میں law and order کے حوالے سے رکھی گئی ہے میرا یہ خیال ہے کہ پورے صوبے میں بالخصوص اس شہر میں قدم قدم پر ایف سی اور پولیس والے آپکو کھڑے ہوئے نظر آئیں گے۔ قدم قدم پر چوکیاں ہیں لیکن اُسکے باوجود آئے دن اس شہر سے تاون کیلئے لوگ اغواء ہوتے ہیں۔ اب پچھلے 22 تاریخ کو دس بجے گنچ پڑی تختانی بانی پاس سے عبدالکریم نامی شخص کو اغواء کیا گیا۔ 23 جون کو بھوسہ منڈی تختانی بانی پاس سے حاجی عمر کو اغواء کرنے کی کوشش کی گئی تو مزاحمت کرنے پر حاجی محمد قتل کر دیا گیا اور اُسکے بیٹے کو اغواء کیا گیا۔ جناب اسپیکر! یہ مسئلے اُس وقت حل ہونگے جب آپکے intelligence کا نظام صحیح ہوگا۔ intelligence ہماری جتنی بھی law enforcement ایجنسیاں ہیں اُنکو۔۔۔۔۔

جناب چیئر مین: وہ تو ہمارے ہی پیچھے لگی ہوئی ہیں۔

نواب محمد ایاز خان جو گیزی: ہاں ایسے ہے۔ یعنی اُنکے درمیان coordination کا کوئی مربوط نظام نہیں ہے۔ ہر ایک اپنا number gain کرنے کیلئے پکڑ دھکڑ کر رہے ہیں اور اُسے بیشتر بیگانہ لوگ پکڑے جاتے ہیں اور پھر بھاری رقوم دے کر اپنے آپ کو چھڑاتے ہیں۔ جناب اسپیکر! اتنی بڑی amount رکھنے کے ساتھ ہماری پولیس کا پورا ایک نظام ہے، اُسکو تبدیل کرنا ہوگا اُسکو ٹھیک کرنا ہوگا اور اسی طریقے سے جتنے بھی ہمارے ڈسٹرکٹس ہیں وہاں لیویز کا جو علاقہ ہے، لیویز کو ایک اچھا یعنی intelligence جو سامان ہے وائرلیس کا جو نظام ہے، یعنی اُنکی گاڑیاں ایسے ہی خستہ حال ہیں، اُنکے لیئے پیٹرول نہیں ہے، ڈیزل نہیں ہے، جب کوئی واقعہ ہوتا ہے جس کے ساتھ ہوتا ہے تو وہ متاثرہ خاندان پولیس کی گاڑیوں کی ٹینکیاں بھرواتے ہیں۔ جب تک اُنکو کوئی ایک اچھا سسٹم اچھا نظام اچھے equipment اچھا ہتھیار نہیں ملے گا اُنکو اچھی ٹریننگ نہیں ملے گی بینک پولیس والوں کی ٹریننگ فوج سے یا ایف سی سے کرائی جائے تاکہ اس شہر سے ہماری جان اس ایف سی سے چھوٹ جائے۔ اب جو law enforcement ایجنسیاں ہیں، ایک بندہ جب چمن سے آتا ہے یا ثوب سے آتا ہے تو وہ اس شہر میں جب داخل ہوتا ہے، راستے میں تو اسے یہ فکر ہوتی ہے کہ پتا نہیں کہاں سے ہمیں اغواء کیا جائے۔ جب اس شہر میں وہ داخل ہوتا ہے تو بلیٹی چیک پوسٹ پر ایف سی کے دو بندے کھڑے ہوتے ہیں اور سینکڑوں گاڑیاں لائن میں، ایک ایک گاڑی کو دیکھتے ہیں، ڈرائیور کو دیکھتے ہیں۔ یعنی عوام کو اس سے بہت زیادہ پریشانی ہوتی ہے۔ ایک صحیح نظام بنایا جائے انٹیلی جنس کا ایک مربوط نظام بنایا جائے اگر کسی پر شک ہو تو اُسکو پکڑیں، اُسکو روکیں، اُسکی بینک چیکنگ ہونی چاہئے۔ کیونکہ آپ دیکھ رہے ہیں کہ کبھی کبھار کوئی پھنس جاتا ہے۔ اخباروں میں کل آیا تھا کہ کافی مقدار میں اسلحہ پکڑا گیا ہے rockets پکڑے گئے ہیں۔ drugs, weapons آ رہے ہیں۔ لیکن عام عوام کو تکلیف نہیں ہونی چاہئے۔ ایک ایسا mechanism بنایا جائے ایک ایسا system، نظام بنایا جائے۔ تو جناب اسپیکر! ہمارے مسائل اتنے زیادہ ہیں آپکو معلوم ہے کہ دنیا جہاں میں جب کہیں تبدیلی آتی ہے تو روڈوں کے ذریعے، کمیونیکیشن کے ذریعے، اب دیکھیں کونٹے سے کراچی، ہمارے جتنے بھی یہاں کے لوگ روزگار کیلئے، ایجوکیشن کیلئے، ہمارے جو مریض ہیں وہ کراچی جانے کیلئے خضدار کی روڈ استعمال کرتے ہیں۔ یعنی اس وقت سب سے unsecured road یہی ہے۔ جہاں آپکے آئے دن ٹرکیں لُوٹے جا رہے ہیں، بسوں کے سوار یوں کو لُوٹے جا رہے ہیں۔ car-snatching اس پر ہو رہی ہے۔ کوئی بھی اس پر محفوظ نہیں ہے۔ موٹروے پولیس کا ایک ایسا نظام ہونا چاہئے جیسے کہ پنجاب میں ہے۔ اُنکو وہ اختیارات دیئے جائیں تاکہ وہ اس پوری روڈ پر پیٹرولنگ کریں۔ اور اسی طریقے سے ہماری کونٹے ژوب روڈ پر موٹروے پولیس type کا ایک نظام ہونا چاہئے تاکہ وہ speed-limit

check کریں۔ کیونکہ ہماری اس روڈ کے بننے سے تقریباً سینکڑوں لوگ ایکسپریس ٹنوں میں ضائع ہو چکے ہیں۔ اور اسی طرح سے ژوب سے ڈی آئی خان، دوروڈز ہیں۔ یہ روڈز clean کیئے جائیں نئے راستے بن جائیں، تاکہ ہمارے فروٹ بروقت پنجاب اور پشتونخوا صوبے کی منڈیوں میں پہنچ سکیں لیکن بد قسمتی سے ہماری ژوب ڈی آئی خان براستہ میر علی خیل روڈ، یہ میر علی خیل روڈ جس پر سننے میں آیا ہے کہ کافی اسمیں گڑبڑ ہو چکا ہے۔ میر علی خیل روڈ جسمیں پہاڑ بھی نہیں ہے اور زیادہ shortest route بھی ہے، یہ فوراً مکمل ہونی چاہیے۔ سنا ہے کہ یہ case فی الحال نیب میں ہے۔ اس کی ایک انکوائری ہونی چاہیے۔ اس کے لئے رقم رکھی گئی ہے وہ اس معیار کی نہیں ہے تو اسمیں جو مجرم ہے اُسکو سزا ملنی چاہیے۔ اور ایسی کمیٹیاں بننی چاہئیں۔ تاکہ ہر چیز پر check and balance ہو یہ رواج آج سے implement ہونا چاہیے تاکہ آج سے جو بھی ممبر، جو بھی منسٹر، جو بھی کام کریگا development کا اُسکے لیئے کمیٹیاں ہوں۔ check and balance ہو، کسی بھی quality پر کوئی compromise نہ ہو۔ کیونکہ انصاف کا یہ عمل جب start ہوگا جب کل ہم اسمبلیوں میں نہیں ہونگے بیشک ہمارے بعد جو بھی آئیگا وہ ہمارا احتساب کرے۔ احتساب کا ایک نظام ہونا چاہیے۔ یہ ایسا نہیں کہ بس نشستیں گفتن برخاستن۔ آئے، بیٹھے، تنقید کی اور چلے گئے۔ جب تک انکوائریاں نہیں ہوں گی، ہر ایک، ایک صفحہ check نہیں کیا جائیگا۔ جب تک مجرموں کو چاہے وہ بیورو کریٹسہوں چاہے وہ سیاستدان ہوں۔ اُنکو سزا نہیں ملے گی یہ ملک صحیح نہیں ہوگا۔ اس ملک میں transparency نہیں آئیگی۔ جناب چیئرمین! آپکو معلوم ہے کہ مختلف، اس دفعہ بجٹ میں جو taxes لگائے گئے ہیں، یہ غریب عوام اسکو suffer کریں گے۔ اب اگلا مہینہ رمضان کا ہے اور رمضان کے مہینے میں یعنی جتنے بھی پرانے stocks پڑے ہوئے ہیں وہ ابھی باہر نکلیں گے اور اُنکی قیمتیں آسمان سے باتیں کریں گی۔ یعنی جو صاحب حیثیت لوگ ہیں وہ تو afford کر سکتے ہیں لیکن جو غریب تنخواہ دار لوگ ہیں، لیکن مجھے اس پر افسوس ہوتا ہے کہ ہم اپنے آپ کو مسلمان کہتے ہیں، لیکن مسلمانوں کا یہ طریقہ مجھے عجیب لگتا ہے کہ جب یورپ میں کرسمس کا مہینہ آتا ہے وہاں 75% discount عام public کو ملتا ہے اُنکو ہم کافر کہتے ہیں اُنکو ہم لادین کہتے ہیں۔ وہ اپنے غریب عوام کیلئے یعنی 75% discount دیتے ہیں لیکن جس ملک میں، ملک خداداد پاکستان میں جب رمضان کا مقدس مہینہ آتا ہے اُس میں میسن، کھجور، جو عام چیزیں ہیں اُنکی قیمتیں double ہو جاتی ہیں۔ اسکے متعلق ہمارے علمائے کرام صاحبان میڈیا کے ذریعے یا ایسی کمیٹیاں مجسٹریٹوں کی، پراس کنٹرول کمیٹیاں بنائی جائیں اور مجسٹریٹوں کو وہ powers دیئے جائیں کہ وہ rates کو check کریں۔ وہ یہ نہ کریں، یعنی مجسٹریٹ صاحبان تو بھی یہ کام کرتے ہیں کہ اُسی دکان سے، فروٹ کی دکان سے، فلانے کی دکان

سے اپنے گھر کیلئے وہ مفت لے جاتے ہیں اور دکانداروں کو چھوٹ دیئے جاتے ہیں۔ ایسا نہیں ہونا چاہیے بالکل سختی سے اس پر عمل ہونا چاہیے تاکہ عوام کو relief مل سکے۔ کہ یہ جو نیا نظام آیا ہے، نئی اسمبلی آئی ہے، نئی حکومت آئی ہے اس کے آنے سے ہم کچھ facilitate ہوئے ہیں، ہم کچھ سکون محسوس کر رہے ہیں۔ تو جناب چیئر مین! یہ ہماری کچھ گزارشات تھیں۔ ویسے مسائل تو بہت ہیں خاص کر بجلی کے حوالے سے۔ میں اس پر بولنا چاہتا تھا۔ بجلی کا اگر آپ کا حلقہ ژوب ہے، ژوب سے، چشمہ سے براستہ ژوب اگر یہ ٹرانسمیشن لائن link کی جائے تو ہمیشہ کیلئے ہماری بجلی کا جو net-work ہے اس صوبے میں، جو نظام ہے وہ secure ہو جائیگا۔ اسکے لئے میری request ہے اس House سے، Leader of the House سے کہ وہ مرکز سے بھی بات کریں اور اسکے لئے بھی ایک token-money رکھیں۔ تاکہ اسکی feasibility اسکی documentation کیلئے کام شروع ہو جائے اور اسکے ساتھ ساتھ پانی کا مسئلہ میں نے پہلے بتایا۔ میری request ہے کہ یہ پانی کا جو ہم آئے روز drilling کر رہے ہیں اور فلاناں stone کو ہم puncture کر رہے ہیں اور پانی کا ذخیرہ چھ سال کا دو سال کا تین سال کا اسکو ہم suck کر کے نکال رہے ہیں۔ جناب چیئر مین! اصل تو یہی شعبے ہیں جن پر توجہ دینی چاہیے تھی ماسوائے ایک ایک گھر کے لئے گیارہ گیارہ ارب روپے کی روڈ لے جانا۔ یہ اس کا حل نہیں ہے۔ یہ حل ہے کہ پانی کے شعبے پر خصوصی توجہ دی جائے۔ اور حلق ڈیم اور مانگی ڈیم، اسکی feasibility ہو چکی ہے، جہاں تک سٹنٹے میں آیا ہے انکے لیے پیسے رکھے گئے تھے لیکن کیوں انکو استعمال نہیں کیا گیا؟ انہیں فوری طور پر، اگر کوئٹہ میں پانی کے مسئلے کو حل کرنا ہے تو ان ڈیموں کو فوری طور پر بنانا ہوگا۔ جناب اسپیکر! میں آپکا مشکور ہوں کہ آپ نے مجھے بولنے کا دوبارہ موقع دیا، بڑی مہربانی۔

جناب چیئر مین: Thank you very much. نواب صاحب۔ اب مفتی گلاب صاحب کو Floor

دیا جاتا ہے۔

مفتی گلاب خان: شکر یہ جناب اسپیکر صاحب! الْحَمْدُ لِلَّهِ وَ كَفَا وَسَلَامٌ عَلَىٰ عِبَادِهِ الَّذِينَ اصْطَفَىٰ۔ اَمَّا بَعْدُ۔ فَاَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ۔ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ۔ قَالَ اللّٰهُ تَبٰرَكَ وَ تَعَالٰى فِى الْقُرْآنِ الْمَجِيْدِ وَالْفُرْقَانِ الْحَمِيْدِ۔ كَبْرَ مَفْتًا عِنْدَ اللّٰهِ اَنْ تَقُوْلُوْا مَا لَا تَفْعَلُوْنَ۔ جناب اسپیکر

صاحب! سب سے پہلے یہ کہ امن و امان کے لئے جو بجٹ رکھا گیا ہے یہ بہت کم ہے اسلئے کہ جب بھی ہم لیویز یا پولیس سے بات کرتے ہیں کہ آپ جا کر وہاں گشت کریں تو وہ کہتے ہیں کہ ہمارے پاس پیٹرول نہیں اور ڈیزل نہیں ہے۔ یہ رقم رکھی گئی ہے یہ ناکافی ہے۔ وفاقی بجٹ میں بلوچستان کا جو حصہ رکھا گیا ہے وہ بہت کم ہے سب سے پہلے

ژوب کیلئے براستہ ژوب چشمہ سے ٹرانسمیشن لائن وفاق سے فوری طور پر رابطہ کریں۔ ان اضلاع کا انحصار زراعت پر ہے۔ قائد ایوان سے گزارش ہے کہ ژوب کیلئے براستہ ژوب۔ چشمہ بیراج سے ٹرانسمیشن لائن کا اعلان وفاقی حکومت سے کروادیں۔ جاری اسکیمات کیلئے جو رقم رکھی گئی ہے یہ بالکل نہ ہونے کے برابر ہے۔ میرے علاقے میں ایک روڈ ہے جس کا پی ایس ڈی پی نمبر 256 ہے 40 کلومیٹر روڈ کیلئے صرف 10 لاکھ روپے رکھے گئے ہیں۔ 10 لاکھ سے ٹھیکیدار کچھ بھی نہیں کر سکتا ہے اُسکے لئے جو فائدے کے کام تھے وہ ٹھیکیدار نے تو کیا ہے لیکن جو ملک ہے یا بلیک ٹاپ کرنا ہے اُس سے ہمیشہ ٹھیکیدار گریزاں رہتا ہے۔ اور اس پر وہ خوش نہیں ہوتا کہ مجھ سے یہ کام نہیں کروایا جائے لہذا اسکے لئے رقم بڑھائی جائے تاکہ یہ کام مکمل ہو سکے۔ دوسرا ایک روڈ ہے جس کا پی ایس ڈی پی نمبر 257 ہے اسکے لئے بھی 10 لاکھ روپے رکھے گئے ہیں۔ جناب اسپیکر! جو حالیہ on-going اسکیمات ہیں، شور شعبان روڈ کوئٹہ میں ایک روڈ ہے 52 کلومیٹر جس کا پی ایس ڈی پی نمبر 346 ہے اسکے لئے 15 کروڑ روپے رکھے گئے ہیں۔ ایک دوسری روڈ ہے جو انگریگ رندوزئی کی ہے جس کا پی ایس ڈی پی نمبر 282 ہے جس کے لئے پچاس لاکھ روپے رکھے گئے ہیں لہذا پی ایس ڈی پی میں اس قسم کے تضادات اور تنازعات فرق کہ ایک روڈ کیلئے پندرہ کروڑ اور ایک روڈ کیلئے پچاس لاکھ روپے رکھے جاتے ہیں۔ لہذا میں قائد ایوان سے یہی گزارش کرتا ہوں کہ وہ اس فرق کو اور اس تضاد کو ختم کر دیں۔ شکر یہ جناب اسپیکر صاحب!

(اس مرحلے میں سردار رضا محمد بڑیچ (جناب چیئرمین)، ایوان سے باہر چلے گئے اور

شیخ جعفر خان مندوخیل، جناب چیئرمین نے اجلاس کی صدارت کی)

شیخ جعفر خان مندوخیل (چیئرمین): معاذ اللہ موسیٰ خیل صاحب کو Floor دیا جاتا ہے۔

مولوی معاذ اللہ موسیٰ خیل: بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ جناب اسپیکر! امن و امان اور صوبے کی پسماندگی اس سے پہلے بھی اور اس اسمبلی میں بھی یہ مسئلہ پیش کیا گیا ہے۔ اس پر تمام پارٹیوں کا ایک ہی سوچ ہے۔ بد امنی، غربت، صحت، تعلیم کے مسائل ہیں۔ ہماری وزیر اعلیٰ صاحب سے یہ گزارش ہے کہ ان پر توجہ دی جائے۔ اور صوبہ بلوچستان کو چاہے جہاں بھی جس ضلع میں بھی کوئی مسلمان ہو اسکو مسلمان کی نظر سے اور بلوچستانی ہونے کی نظر سے اگر ہم دیکھیں گے تو میرا یہ یقین ہے کہ اس صوبے کی حالت بہتر ہوگی اس سے امن بھی آئے گا۔ اس سے غربت بھی دور ہوگی اور موجودہ پریشانیاں، پریشانیاں تو ہم بیان کرتے ہیں لیکن پریشانی کس وجہ سے آئی ہے اُس طرف کوئی بھی توجہ نہیں دیتا۔ ہمارے قائد حزب اختلاف ان مسائل کے حل کیلئے انشاء اللہ آپکے ساتھ تعاون کریں گے۔ میں یہ بات نہیں کرتا کہ مختلف شعبوں کیلئے کتنی رقم رکھی گئی ہے میں کہتا ہوں وہ ٹھیک ہے لیکن پہلے یہ بات

بھی سوچنی ہے کہ ہمارے جو محکمہ تعلیم کیلئے پہلی حکومتوں میں جو کچھ رکھا گیا تھا آیا ہمارے بچوں کا ہمارے حلقوں کا کچھ فائدہ ہوا ہے یا نہیں؟ اگر فائدہ نہیں ہوا ہے تو کس وجہ سے نہیں ہے۔ رقم کی کمی کی وجہ سے نہیں ہے یا جن لوگوں کی ذمہ داریاں ہیں وہ لوگ ذمہ داری ادا نہیں کرتے ہیں میرے خیال میں وہ رقم نہ ہونے کی وجہ سے نہیں ہے بلکہ وہ لوگ غیر ذمہ دار ہیں اسلئے میں تو اپنے علاقے کی وجہ سے بتاتا ہوں کہ جتنے بھی اسکول وہاں ہیں وہ سارے ویران ہیں۔ بچے تو کبھی آجاتے ہیں آخر جب دس دن تک ماسٹر صاحب نہیں ہوتے ہیں تو بچے بھی یہ سوچتے ہیں کہ ماسٹر آتا نہیں تو ہم کس لئے جاتے ہیں۔ پہلا دن جب بجٹ پیش ہوا تو ڈاکٹر صاحب نے کچھ کلمات پڑھے تھے کہ ”یہ ایوان صرف ایوان کی اُمٹگوں کی ترجمانی نہیں کرتا بلکہ یہ ایوان مکمل بلوچستان ہے۔ کیونکہ یہاں تمام ارکان کی پشت پر عوام کی قوت ہے۔ یقیناً ڈاکٹر صاحب کا، وزیر اعلیٰ صاحب کا یہ فرمان قابل قدر ہے۔ اور میرا بھی یہی خیال تھا۔ اور یہی یقین تھا لیکن کچھ سننے اور دیکھنے کے بعد بجٹ کے حوالے سے، میرے خیال میں پہلے، میں تو نیا آیا ہوں اسمبلی میں، کا بینہ بن جاتی پھر pass ہوتا تا کہ حلقوں سے تجاویز مانگ کر کے، وہ تجاویز دے دیتے، تو پھر انکی روشنی میں بجٹ پیش ہوتا۔ اس دفعہ پتا نہیں مجبوری کیا ہے اسمیں حکمت کیا ہے؟۔ اگر حکمت نہ ہو اسکے ذر پر وہ کیا بات ہے بجٹ پیش ہو رہا ہے، بغیر وزیر اعلیٰ کے اور تین اور ممبر کے اسکے عہدے بھی ہمیں معلوم نہیں۔ اس اندھیرے میں بجٹ پیش ہو رہا ہے۔ لیکن مناسب بجٹ میں میں اور میرے ساتھی انشاء اللہ پورا تعاون کرتے ہیں۔ اور کچھ چیزوں سے شکایت بھی کرتے ہیں۔ نئے ترقی کا تو ہمیں علم نہیں کہ ہمارے حلقوں کو کیا ملے گا۔ جن لوگوں نے ہم پر اعتماد کیا ہے ان لوگوں کی پریشانی کہاں تک دور ہو سکتی ہے۔ سابقہ کاموں کے حوالے سے، مجھے تو اپنے ضلع کے کچھ کام معلوم ہیں۔ تو میں اس حوالے سے کچھ کہہ سکتا ہوں میرا علاقہ ضلع موسیٰ خیل میں تقریباً کل start اسکیمات 29 ہیں۔ اور وہ ساری بڑی اسکیمیں ہیں۔ جیسا کہ سارے ایوان والے کہتے ہیں، کوئٹہ کے مواصلات سے پریشان ہیں۔ تو آپ خود فیصلہ کریں کہ ضلع موسیٰ خیل، کہ وہ پہاڑی علاقہ ہے۔ کوہلو سے لیکر مغل کوٹ تک، یہ موسیٰ خیل area ہے۔ شمال جنوب کی طرف، مرغہ کبڑی سے کچھ آگے پنجاب کے بارڈر تک، یہ اس کا مشرقی اور مغربی فاصلہ ہے۔ ان کاموں سے جو ابھی شروع ہیں، بغیر موسیٰ خیل براستہ کنگری رکھنی، ڈیرہ غازی خان اور کوئی روڈ نہیں تھی۔ شاید بعض ساتھی وہاں گئے بھی ہوں گے، کسی ضرورت کیلئے۔ میرے سابقہ منسٹر نے، چاہے لوگ اسکے پیچھے جو بھی کہیں، کسی کی زبان تو کوئی نہیں بند کر سکتا۔ اس نے 12 روڈز شروع کی ہیں۔ اور یقیناً میں جو یہ ایوان میں اراکین کہتے ہیں کہ کمیٹیاں بنانی چاہئیں۔ ہمارے ضلع کی، ان کاموں کو دیکھنے کے حوالے سے میں تو کمیٹیوں کا مکمل حامی ہوں۔ اگر انصاف دار کمیٹی ہو، وہ جا کر وہ کام دیکھے۔ ان کیلئے جتنے پیسے رکھے ہوئے ہیں وہ یکمشت دیکر کے تاکہ یہ کام ضائع نہ ہو جائیں۔ تو ان

اسکیماٹ میں تقریباً کم اسکیم پانچ کروڑ سے لیکر کے 35 کروڑ تک، یہ ان اسکیموں کا ریٹ ہے۔ تو موجودہ پی ایس ڈی پی میں ان کاموں کیلئے دس لاکھ سے لیکر پینتالیس لاکھ تک یہ پیسے رکھے ہوئے ہیں۔ میں تو یہ کہتا ہوں موسیٰ خیل بھی یقیناً اس صوبے کا حصہ ہے۔ اگر اس کے ساتھ یہ برتاؤ جائز ہے، تو پھر باقی صوبے کا کیا حال ہوگا۔ اگر موسیٰ خیل کی ان ضروری اسکیمات میں کوئی یہ کر سکتا ہے کہ پچیس کروڑ یا تینتیس کروڑ کے کام کیلئے پچاس لاکھ رکھیں۔ پتا نہیں کہ موسیٰ خیل کے عوام کے ساتھ یہ لوگ، اس مقدس ایوان کے حوالے سے دوستی کرتے ہیں یا دشمنی؟ میں تو کچھ نہیں کہہ سکتا ہوں۔ باقی ہمارے ساتھی کہتے ہیں ”احتساب کا“ نصر اللہ زیرے صاحب نے بات کی یقیناً ہر ساتھی کو ہم قدر کی نظر سے دیکھتے ہیں۔ تنقید برائے تنقید نہ ہو، میں تنقید نہیں کرتا ہوں۔ اُس نے کہا اور اندازاً ہمارے نواب صاحب کی ساری تقریر کا یہی خلاصہ تھا۔

جناب چیئرمین: مولانا صاحب! time کا ذرا خیال رکھیں۔ کیونکہ اتنی لمبی لمبی اگر تقریریں کرتے رہیں تو بجٹ wind-up نہیں ہو سکے گا۔

مولوی معاذ اللہ موسیٰ خیل: بس مختصر، انہوں نے کہا کہ کمیٹیاں بنا کر کے ہر کام کا احتساب کیا جائے۔ یقیناً ہم اس بات کے حامی ہیں۔ ایک وجہ سے مجھے کچھ شک پڑ رہا ہے۔ میرے خیال میں جب سے یہ صوبہ بنا ہے، جب سے یہ اسمبلی بنی ہے۔ ان کاموں کیلئے مضبوط کمیٹیاں بنی ہوئی ہیں۔ حکومتیں بدلتی ہیں۔ لیکن وہ کمیٹیاں بحال رہتی ہیں۔ ہر محکمہ کا سیکریٹری سے لیکر SDO، XEN اور سیز تک۔ میرے خیال میں ممبران کی نگرانی میں، ہر کام کا سروے بھی ہوا کرتا ہے۔ اور انکی نگرانی میں اُن کاموں کیلئے پیسے بھی دیئے جاتے ہیں۔ اور جب وہ کام مکمل ہو جائیں، تو پھر یہ لوگ انکے مکمل ہونے کا ریکارڈ اور رپورٹ بھی پیش کرتے ہیں۔ اگر ہم نئی کمیٹیاں جنہوں نے بنانی ہیں، ان پر اعتماد کریں گے، تو پھر اسکے درمیان میں جو خلاصہ نکلے گا کہ ہماری سابقہ کمیٹیاں جس محکمے کیلئے بھی ہوں، شاید اُن پر ہمارا اتنا اعتماد نہیں جتنا انکا حق بنتا ہے۔ تو میں گزارش کرتا ہوں بجٹ کے حوالے سے، موسیٰ خیل کو تو میں نے اسلئے یاد کیا کہ وہ میرا حلقہ ہے۔ ہمیں معلوم ہے۔ تمام پرانی اسکیمات کیلئے اتنی رقم دی جائے تاکہ وہ اسکیم ضائع ہونے سے بچ سکے۔ کیونکہ جو بھی کام اگر درمیان میں رہ جائے تو دوبارہ شروع کرتے وقت یہ پرانا کام ختم ہو جاتا ہے۔ بس میں ان باتوں پر اپنی بات مکمل کرتا ہوں۔ وَآخِرُالدُّعْوَانِ اِنَّ الْحَمْدَ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ۔۔۔ (ڈیسک بجائے گئے)

جناب چیئرمین: شکر یہ مولانا صاحب۔ floor خالدا لگو صاحب کے حوالے کیا جاتا ہے۔

میر خالدا لگو: بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ۔ شکر یہ اسپیکر صاحب! سب سے پہلے یہ جو بجٹ 2013-14ء پیش کیا گیا ہے، اس پر میں قائد ایوان ڈاکٹر مالک بلوچ صاحب، نواب ثناء اللہ زہری صاحب، عبدالرحیم زیارتوال صاحب

ہمارے سیکریٹری صاحبان، بیوروکریسی اور جنہوں نے یہ عوامی بجٹ، بلوچستان کے عوام کی اُمنگوں کے مطابق بنایا ہے۔ چونکہ آپکو بھی پتا ہے اسپیکر صاحب! کہ کچھ عرصہ ہی ملا ہے اس بجٹ کو بنانے میں۔ پھر بھی میرے خیال میں یہ ایک عوامی بجٹ ہے اسکی جتنی تعریف کی جائے کم ہے۔ باقی گزارشات چونکہ دوستوں نے باتیں کیں۔ میں یہ کہوں گا کہ ہم میں سے کوئی بھی پچھلے دس سال سے، بیس سال سے جو حکومت کرتے رہے ہیں۔ یا ابھی ہم آئے ہیں۔ زَمَ زَم سے کوئی نہیں نہایا ہے اسپیکر صاحب! یوں تو بلوچستان گزشتہ 65 سالوں سے بلوچستان کے عوام نے بیشمار مسائل اور مشکلات جن میں بھوک، افلاس، بیروزگاری، جہالت اور غربت شامل ہے۔ مگر جناب اسپیکر صاحب! گزشتہ ایک دہائی سے ہمارے عوام نے جو زخم کھائے ہیں، انکو بھرنے میں شاید کئی دہائیاں لگیں۔ آج ہم زخموں سے چور، ایسے بلوچستان کی نمائندگی اور تعمیر کی ذمہ داری اپنے ناتواں کندھوں پر اٹھا کر اسمبلی میں آئے ہیں جہاں 21 گھنٹے لوڈ شیڈنگ ہوتی ہے اور صرف تین گھنٹے بجلی ملتی ہے۔ اور امن وامان کی صورتحال یہ ہے کہ اغواء برائے تاوان سب سے منافع بخش کاروبار بن چکا ہے۔ جہاں بم دھماکے، ٹارگٹ کلنگ، یہ روزمرہ اور عام باتیں ہیں۔ میرے خیال میں بجائے ہم ایک دوسرے پر تنقید کریں۔ ہمیں مل بیٹھ کر اس بلوچستان کے مسائل کا حل تلاش کرنا چاہئے۔ جناب اسپیکر صاحب! ہم سب، ایوان میں بیٹھے اراکین پاکستان سے وفاداری کا حلف اٹھایا ہے۔ ہم سب پاکستانی ہیں۔ لیکن ایک بلوچ کی حیثیت سے، ایک بلوچستانی کی حیثیت سے، ہاں! مجھے پاکستان سے گلہ ہے۔ غدار قرار نہ دیا جائے۔ اگر پاکستان ہمارا ملک ہے جیسا کہ میں نے کہا کہ ہم سب نے پاکستان سے وفاداری کا حلف لیا ہے۔ لیکن پاکستان سے ہمیں گلہ ہے۔ پاکستان کی اسٹیبلشمنٹ سے ہمیں گلہ ہے۔ جناب اسپیکر صاحب! آج بلوچستان میں، ہمیں پورے بلوچستان کی بات کرتا ہوں صرف بلوچ کی بات نہیں کرتا۔ آج ہم سو سال نہیں میرے خیال میں تین سو، چار سو سال پہلے جو لوگ یورپ اور امریکہ میں جو زندگی گزار رہے تھے آج ہم یہاں بھی وہی زندگی گزار رہے ہیں۔ میرا حلقہ یہاں سے قلات، منگچر 100 کلومیٹر کے فاصلے پر ہے جناب اسپیکر! لیکن آج بھی وہاں کسی بھی گھر میں گیس کی سہولت نہیں ہے۔ یہی بلوچستان کے وسائل، اسی گیس سے لاہور، پنجاب، پورا ملک مستفید ہو رہا ہے۔ لیکن ہم بلوچستان کے لوگ اس سے محروم ہیں۔ یہ زیادتی ہے جناب اسپیکر صاحب! 65 سالوں سے ہم زیادتیوں اور پسماندگیوں کا شکار ہیں۔ آئیں، ہم اب مل بیٹھ کر، بجائے اس کے کہ ہم ایک دوسرے کو ہمیشہ تنقید کا نشانہ بنائیں۔ ہم ایک دوسرے سے لڑیں جھگڑیں۔ میرے خیال میں پہلی مرتبہ ایک ایسی اُمید نظر آرہی ہے، اللہ پاک کرے کہ اسی طرح ہو کہ جس طرح پنجاب نے یا میاں نواز شریف نے جس فراخ دلی کا مظاہر کیا ہے۔ یہاں اگر میں نواب ثناء اللہ زہری صاحب کا ذکر نہ کروں، تو بھی زیادتی ہوگی۔ انہوں نے خاص کر جس فراخ دلی کا مظاہر کیا ہے صوبے

میں اپنی حکومت، اکثریت ہونے کے باوجود اپنی حکومت نہ بنانا۔ اور قوم پرستوں کو حکومت بنانے کی دعوت دینا۔ ڈاکٹر صاحب کا قائد ایوان بننا۔ یا ہمارے پختونخوا کے دوستوں کو گورنر شپ ملنا۔ تو ایک اُمید ہے، ایک توقع ہے کہ اللہ کرے 65 سال سے جو ہمارے ساتھ زیادتیاں ہوئی ہیں۔ جناب اسپیکر صاحب! میں آپ کو ایک گزارش کروں، ہماری پارٹی، ہم میر غوث بخش بزنجو کے پیروکار ہیں، ہمارے قائد ڈاکٹر صاحب بیٹھے ہیں۔ ہم عدم تشدد والے لوگ ہیں۔ لیکن ضرور، جیسے میں نے پہلے کہا، ضرور ہمارے ساتھ زیادتیاں ہوئی ہیں۔ ضرور ہمیں پسماندہ رکھا گیا ہے۔ ہمارے ساتھ ظلم ہوا ہے کہ آج جو بلوچستان کے حالات ہیں۔ مجموعی حوالے سے پورے ملک کے، پورے پاکستان کے لیکن جو بلوچستان کے حالات ہیں 1999ء میں جو ڈکٹیٹر آیا۔ میرے خیال میں آج سارا ملک، اللہ اسکا بیڑہ غرق کرے۔ میں تو کہتا ہوں کہ اللہ اسکو دوزخ میں بھی بدترین جگہ دے کہ پورا ملک آج جل رہا ہے۔ آج پورا بلوچستان جل رہا ہے۔ اسکی حرکتوں کی وجہ سے، جس نے اپنی حکومت کو اپنے وقت کو بڑھانے کیلئے اس ملک کا بیڑہ غرق کیا۔ اس بلوچستان کا بیڑہ غرق کیا۔ آج کوئی دوست مجھے کہہ رہا تھا میرے خیال میں یہ بہت خوش آئند بات ہے کہ میاں نواز شریف صاحب نے کہا ہے کہ اسکا trial کیا جائے۔۔۔ (ڈیسک بجائے گئے) اور ساری جماعتیں اس پر متفق ہیں تو اسکی میرے خیال میں کہ تمام ہمارے اکابرین یہاں بیٹھے ہیں۔ اُس شخص نے، 99ء سے پہلے کے حالات ہمارے اور آپ کے سامنے ہیں کہ اس ملک میں کیا حالات تھے۔ بلوچستان کے کیا حالات تھے۔ امن و امان تھے کوئی اس طرح کے معاملات نہیں تھے۔ لیکن آج تو جناب اسپیکر! کسی کی زندگی محفوظ نہیں ہے ہمارے نہ اسکو محفوظ ہیں نہ ہسپتال تو پھر کونسی جگہ بس صرف یہ ایک جگہ بچی ہے۔ اللہ اسکو بھی محفوظ رکھے تو گزارش یہ ہے جناب اسپیکر صاحب! مسائل تو بہت ہیں چونکہ جیسے آپ نے کہا ہے کہ بجٹ کے حوالے سے بات کرنی ہے۔۔۔۔۔

جناب چیئرمین: تو ابھی اور بھی ہے۔ میں نے کہا کسی stage پر wind-up بھی کرنا ہے۔

میر خالد لاگو: ہاں! ختم کرتا ہوں۔ تو جناب اسپیکر صاحب! میرے خیال میں بلوچستان کی تاریخ میں پہلی بار ایک حقیقی، سیاسی کارکن، قائد ایوان کے منصب پر آیا ہے۔ جن کی جدوجہد کی بھی ایک تاریخ ہے۔ جو نہ صرف عوامی مسائل و مشکلات سے آشنا ہے۔ بلکہ بلارنگ و نسل اور زبان ہر بلوچستانی کیلئے دل میں درد بھی رکھتے ہیں۔ اور اُمید اور توقع ہماری یہی ہے کہ اللہ پاک کرے کہ ہم، عوام کی جو توقعات ہیں جو خواہشات ہیں، ان پر پورا اُتریں۔ ایک بہت ضروری مسئلہ ہے جناب اسپیکر صاحب! امن و امان کے حوالے سے میں ضرور بات کرنا چاہوں گا کہ violence جو بھی کرے، جہاں بھی کرے، میرے خیال میں ہم اسکو condemn کرتے ہیں اور بلوچستان کے حالات پچھلے سالوں میں جس طرح بگڑے ہیں target killings کے حوالے سے، لوگوں کا یہاں سے

migrate کرنا، مسخ شدہ لاشیں، missing persons، یہ ایسے مسئلے ہیں کہ ان سب کا ہمیں حل تلاش کرنا چاہیے۔ اور ہم خاص کر ہماری یہ قوم پرست جماعتیں، یہ وعدہ کر کے عوام کے ساتھ آئے ہیں کہ ہم نے یہ مسائل حل کرنے ہیں۔ ابھی الیکشن کے دنوں میں جناب اسپیکر صاحب! نواب ثناء اللہ صاحب کے ساتھ جو واقعہ پیش آیا، وہ ہمارے بلوچی میں کہتے ہیں کہ ”اُسْت وَبَعْر نَاهِيْتِ عِدَا“ اگر انکی جگہ کوئی اور ہوتا اور یہ واقعہ اُنکے ساتھ پیش آتا تو میرے خیال میں زندہ رہنا ہی ناممکن تھا۔ لیکن چونکہ انہوں نے بچپن سے یہ معاملات دیکھے ہوئے ہیں۔ اُنکے گھرانے کے اوپر یہ قبائلی معاملات آتے رہے ہیں۔ تو انہوں نے برداشت کیا۔ جناب اسپیکر صاحب! یہ جو sectarian مسئلہ ہے۔ اس پر بھی میں قائد ایوان سے، نواب ثناء اللہ صاحب، نواب محمد خان شاہوانی صاحب، زیارتوال بیٹھے ہیں، میں گزارش ان سے یہ کرونگا کہ یہ بلوچستان ہم سب کا گھر ہے۔ اگر یہ جنت کا ٹوٹا ہوگا تو ہم سب کیلئے ہوگا۔ سب اسمیں خوش و خوشحال رہینگے۔ اگر خدا نخواستہ یہ بارود کا ڈھیر بنے گا، تو اسمیں ہم سب جلیں گے۔ تو بجائے کہ یہ بارود کا ڈھیر بنے، ہمیں اسکو ایک جنت کا ٹکڑا بنانا چاہیے۔ جسمیں ہم سب پیار، محبت اور بھائی چارے سے زندگی گزار سکیں۔ تو اس حوالے سے میری یہ گزارش ضرور ہوگی ڈاکٹر صاحب سے، نواب ثناء اللہ زہری صاحب سے، نواب محمد خان شاہوانی صاحب سے، زیارتوال صاحب سے کہ اس مسئلے پر بھی وہ ضرور توجہ دیں۔ جو بھی فریق ہے، ایک ہے، دو ہیں، جتنے بھی ہیں، اُن کو بٹھا کر، مسائل کو گفت و شنید کے ذریعے حل کیا جائے۔ جب امریکنز طالبان کے ساتھ دس سال لڑ کر، اُسکے بعد بیٹھ کر مسائل کا حل تلاش کر سکتے ہیں۔ تو میرے خیال میں ہم کیوں نہیں کر سکتے؟ ہم سب پاکستانی ہیں۔ ہم سب مسلمان ہیں۔ ہم سب بلوچستانی ہیں۔ اس مسئلے پر بلوچستان کے عوام کو ان مسائل سے، ان مشکلات سے اور خاص کر یہ جو امن و امان کا مسئلہ ہے جناب اسپیکر! اس سے بلوچستان کے عوام کو نجات دلانی چاہیے، اس دہشتگردی سے، اس uncertainty سے کہ اسکا ایک ایسا حل تلاش کیا جائے کہ ہم سب اس بلوچستان میں، اس کوئٹہ میں پیار، محبت اور بھائی چارے کے ساتھ زندگی گزار سکیں۔ اور ایک بات اسپیکر صاحب! ہمیں بہت بڑی ذمہ داری عوام نے سونپی ہے۔ میرے خیال میں یہ وقت ہے، ہمیں ثابت کرنا ہوگا۔ رہبر اور راہزن میں فرق دکھانا ہوگا۔ ظاہر کرنا ہوگا۔ ہمیں deliver کرنا ہوگا بلوچستان کے عوام کو کچھ دکھانا ہوگا۔ اُنکے مسائل، اُنکی مشکلات، اُنکی پریشانیاں ہمیں حل کرنی ہونگی۔ تب جا کر ہم سرخرو ہونگے۔ جو ہم وعدے کر کے آئے ہیں۔ ہم عوام کے ساتھ جو قول و اقرار کر کے آئے ہیں، تو اللہ پاک سے دعا ہے اللہ پاک ہمیں، اس ایوان میں بیٹھے تمام لوگوں کو کامیاب کرے۔ ہمیں، ان لوگوں کو، جن کے ساتھ وعدے کر کے آئے ہیں، اُنکی توقعات ہیں ہم پر۔ جو ہمیں منتخب کر کے اس ایوان میں بھیجا ہے۔ اللہ پاک ہمیں توفیق دے کہ ہم اُنکی توقعات پر پورا اتریں۔ بہت مہربانی جناب

اسپیکر۔۔۔ (ڈیک بجائے گئے)

جناب چیئرمین: شکریہ۔ خالد لانگو صاحب۔ جی ہینڈری مسیح صاحب!

جناب ہینڈری مسیح بلوچ: جناب اسپیکر! آپکا میں تہہ دل سے مشکور ہوں کہ آپ نے بجٹ پر بولنے کا موقع دیا۔ میں اپنے قائد اور Leader of the House ڈاکٹر مالک بلوچ کو مبارکباد پیش کرتا ہوں جنہوں نے بلوچستان میں ایک ایسا بجٹ پیش کیا جو غریب عوام، پسماندہ طبقات کے حقوق کی ترجمانی کرتا ہے۔ 2013-14ء کا بجٹ میں سمجھتا ہوں یہ انسان دوست بجٹ ہے۔ یہ مظلوم طبقات کا بجٹ ہے۔ جن میں خواتین، نوجوان، مذہبی اقلیتیں اور نسلی اقلیتیں، یہ اُنکا بجٹ ہے۔ یہاں ہمارے معزز دوستوں نے بحث کی۔ اور بجٹ کی خوبیاں اور خامیاں دونوں پر باتیں کیں۔ مگر میں یہ سمجھتا ہوں کہ یہ وقت ہے ہم آپ میں مل بیٹھنے کا، اپنی خوبیوں سے زیادہ اپنی خامیوں پر بات چیت کرنے کا۔ اور ہمیں سیکھنے کی ضرورت ہے کہ ماضی میں جو ہم نے غلطیاں کی ہیں۔ ماضی میں جو ہم سے کوتاہیاں ہوئی ہیں اُن کو ہم دوبارہ نہ دہرائیں۔ ڈاکٹر صاحب نے اپنی پہلی speech میں کہا کہ یہاں بیٹھے ہوئے 65 ممبران کو تبدیل ہونے کی ضرورت ہے۔ اگر یہ تبدیل ہونگے تو ہم معاشرے کو تبدیل کر سکتے ہیں۔ اگر یہ تبدیل ہونگے تو ہم اپنے عوام کے حقوق کی جدوجہد میں کامیاب ہونگے۔ انہوں نے اپنے سیکرٹ فنڈ کا خاتمہ کیا۔ حکومت کو سادگی کے پیمانے پر چلانے کا عہد کیا۔ آج بلوچستان کی جو سیاسی صورتحال ہے اُسکے اوپر نظر ڈالیں تو ہمیں ہر طرف پسماندگی نظر آتی ہے۔ ہمیں ہر طرف بے کسی نظر آتی ہے۔ یہاں ہمارے غریب عوام اپنی زندگی کے ایام بڑی بے کسی سے گزار رہے ہیں۔ یہاں غربت کا یہ عالم ہے کہ ہمارے عوام کے پاس رہنے کیلئے مکان نہیں۔ پہننے کیلئے کپڑے نہیں۔ اُنکے بچوں کو پہننے کیلئے جوتے نہیں۔ جب وہ بیمار ہوتے ہیں تو وہ سرکاری ہسپتالوں کا جب رُخ کرتے ہیں تو وہاں اُنکو پوچھا نہیں جاتا۔ اُنکی صحت کے حوالے سے اُنکو کسی قسم کی کوئی support نہیں دی جاتی۔ وہاں ان کو panadol کی ایک گولی بھی نہیں ملتی۔ اس کسمپرسی کے عالم میں وہ معجزہ خدا کا انتظار کرتے ہیں۔ یا تو خدا اُنہیں شفاء دیکر یا انکو موت۔ یہ صورتحال ہے ہمارے یہاں کے غریب لوگوں کی۔ میں یہ سمجھتا ہوں کہ جس طریقے سے لوگوں کی بنیادی ضروریات میں روٹی کپڑا مکان شامل ہیں۔ آج تعلیم بھی انسان کی بنیادی ضرورت بن چکی ہے۔ آج تعلیم سے ہی ہم اپنے معاشرے کو بدل سکتے ہیں۔ تعلیم ہی کی زیور سے ہم اپنی سوسائٹی کو بدل سکتے ہیں۔ اور معاشروں کی، قوموں کی تاریخ گواہ ہے جس قوم نے اپنی تاریخ رقم کی ہے اُس قوم نے تعلیم کو اپنی اولین ترجیح بنائی ہے۔ آج اس بجٹ میں سب سے اہم جو چیز ہے وہ تعلیم ہے۔ جس پر خصوصی توجہ دی گئی ہے۔ ایجوکیشن سیکٹر 42% increase کیا گیا ہے۔ نئے کالجز کا قیام نئے سکولز کا قیام، یونیورسٹیز کا

قیام۔ طالب علموں کو سکالرشپ دینے۔ اور یہاں نقل کے کلچر کو ختم کرنے۔ اور سب سے جواہم بات ہے وہ اساتذہ کے بارے میں ہے۔ کہ آج کے بعد جتنے بھی اساتذہ بھرتی ہونگے اسپیکر صاحب! وہ پبلک سروس کمیشن کے تحت بھرتی ہونگے۔ یہ ایک انقلابی اقدام ہے۔ میں یہ سمجھتا ہوں کہ اگر آپ نے اپنی قوم کا مستقبل سدھارنا ہے تو آپکو پھر education پر کوئی compromise نہیں کرنا ہوگا۔ اگر آپ نے اپنی قوم کو ترقی یافتہ قوموں کے شانہ بشانہ لیجانا ہے تو پھر آپکو تعلیم کے میدان میں کسی قسم کے کوئی compromise کی ضرورت نہیں۔ دوسرا جو اہم شعبہ یہاں تعلیم کے علاوہ صحت ہے، اس بجٹ میں اسکو خاص اہمیت دی گئی ہے۔ جیسا میں نے کہا کہ آج یہاں کے جو غریب ہیں جو مظلوم ہیں، اُنکو صحت کے حوالے سے جو مسائل درپیش ہیں وہ آپ کے سامنے ہیں۔ ایک گاؤں میں رہنے والے جن کے پاس آمدورفت کیلئے نہ کوئی سہولت ہے نہ ان کے پاس ایمبولینس ہے۔ آپ اندازہ کریں کہ جب وہ بیمار ہوتا ہے تو اسکی کیا حالت ہوتی ہوگی۔ مگر اب ہمیں ایک امید ہے کہ ہیلتھ کے شعبے میں ہمارا ایک ایک پیسہ اُن غریب عوام کیلئے ہوگا اس غریب عوام کی امانت ہے۔ اور اس غریب کے گھر گھر تک پہنچے گا جس کیلئے ہم نے یہاں محنت کی ہے۔ اور آج اس ایوان تک ہم پہنچے ہیں۔ ہمارا مقصد، سیاست ایک عبادت کے طور پر ہے، ہمارا مقصد سیاست کو ایک انسانی معراج کی سطح پر لانا ہے۔ سیاست ایک جدید ایجوکیشن کا نام ہے۔ ہمیں اپنے اُن لوگوں کے مسائل کو address کرنے کیلئے عوام نے ہمیں اس مقدس ایوان میں بھیجا ہے۔ اور ہمارا فرض بنتا ہے کہ ہم انکے مسائل کو انکی تکلیفات کو انکی پریشانیوں کو اس ایوان میں اٹھائیں۔ جناب اسپیکر! یہاں میرے محترم دوست ولیم نے بات کی کہ یہاں ڈومیسائل کے حصول کے لئے ہمارے لوگوں کیلئے مشکلات پیدا کر رہے ہیں۔ میں تو یہ کہتا ہوں کہ بلوچستان میں رہنے والا یہاں کا بلوچ پشتون یہاں کا کرچن یہاں کا ہندو یہاں کا سکھ اور دیگر جو مذاہب ہیں وہ سب یہاں برابر ہیں۔ یہاں ڈومیسائل اور لوکل کا جو دہرا معیار ہے، اُس کا خاتمہ ہونا چاہیے۔ میں پُر زور اپیل کرتا ہوں اپنے قائد ایوان سے نواب صاحب سے کہ جو ڈومیسائل کا معیار ہے، جس کے تحت ہم مسیحیوں کو یہاں دوسرے تیسرے درجے کا شہری بنا کر رکھا گیا ہے، اس معیار کو فوری طور پر ختم کیا جائے۔ اور ہمیں بھی یہاں شہری ہونے کا درجہ دیا جائے۔ اور ہمیں بھی یہاں لوکل سرفٹیکٹ جاری کیے جائیں۔ اسکے ساتھ ساتھ ہمارے لئے یہ ایک لمحہ فکریہ ہے کہ یہاں جو ہمارے ہندو ہیں، اُنکے ساتھ جو اس وقت ان پر قیامت گزر رہی ہے، اُنکو اغواء کیا جا رہا ہے۔ اُنکے لوگوں کو torture کیا جا رہا ہے۔ وہ ذہنی طور پر مفلوج ہو چکے ہیں۔ وہ migrate کر کے بلوچستان کے مختلف اضلاع سے مختلف شہروں سے کوئٹہ سے باہر اور بہت سارے ملک سے باہر جا چکے ہیں۔ اور بہت سارے جانے کیلئے مجبور ہیں۔ ہمارے بلوچ پشتون روایات میں یہ ہے کہ کمزور پر ہاتھ رکھا جاتا ہے۔ ان کو سہارا دیا جاتا ہے۔ آج جو یہ

ہمارے ہندو عوام ہیں، بلوچستان میں جو ہماری معاشی منڈی ہے، اُس معاشی منڈی کو قائم رکھنے میں انکا بڑا اہم role ہے۔ اور منڈی کی جو زبان ہے، اسمیں پشتون اور بلوچ areas میں، جو بلوچی زبان بولی جاتی ہے، ہمارے یہ دوست جو منڈی کا کاروبار کر رہے ہیں۔ انہوں نے ہماری زبان، ہمارے کلچر کو بھی زندہ رکھا ہوا ہے۔ ان سے ہمارے بلوچ اور پشتون کا کلچر منسلک ہے۔ تو میں یہ مقدس ایوان سے یہ کہتا ہوں اپنے Leader of the House سے یہ کہتا ہوں کہ ان مسائل پر فوری توجہ دیں۔ اور ہمارے جو ہندو ہیں، اُنکے جو مسائل ہیں انکو فوری طور پر حل کیا جائے۔ میں پچھلے دنوں B.M.C کے پرنسپل سے بھی ملا ہوں۔ اور ان سے بات ہوئی ہے۔ ہماری یہ کوشش ہے کہ بلوچستان میں جو اعلیٰ تعلیمی ادارے ہیں جن میں ہماری مذہبی اقلیتوں کے جو طالب علم ہیں، ان کیلئے جو کوٹہ مخصوص کیا گیا ہے اسکے اضافے کیلئے ہم کوشش کر رہے ہیں۔ کہ ہم مزید اپنے طالب علموں کو موقع فراہم کریں کہ وہ بھی یہاں اعلیٰ تعلیمی اداروں میں تعلیم حاصل کر کے اور یہاں کے عوام کی خدمت کر سکیں۔ تو اس حوالے سے بہت جلدی میں ایک ڈرافٹ کی صورت میں ڈاکٹر کے سامنے پیش کرونگا تاکہ ہم ان اداروں میں مزید جو ہمارے طالب علم ہیں، اُنکے لئے ہم سیٹوں میں اضافہ کریں۔ ڈاکٹر صاحب! ہمارا جو اہم مسئلہ ہے بلوچستان میں ہمارے جو مسیح عوام ہیں۔ وہ انتہائی احساس محرومی کی زندگی بسر کر رہے ہیں۔ وہ احساس محرومی ایک مخصوص پیشے کی وجہ سے ہے۔ وہ احساس محرومی ایک خاص ذہنیت کی وجہ سے ہے جو ہمارے لوگوں کو آگے آنے کیلئے نہیں چھوڑتے۔ میں یہاں یہ کہنا چاہتا ہوں کہ ہمارا جو لکھا پڑھا طبقہ ہے، ہمارے جو لکھے پڑھے دوست ہیں، ہمارے لوگوں کے ساتھ اپنے رویوں میں تبدیلی لائیں۔ ہمارے لوگوں کو برابر کے شہری سمجھیں۔

جناب چیئرمین: شکریہ، شکریہ، جناب!

جناب ہینڈری مسیح بلوچ: جناب چیئرمین! یہاں کافی دوستوں نے time لیا۔ تو آپ please مجھے بھی تھوڑا بولنے کا موقع دیں۔

جناب چیئرمین: بجٹ پر بولیں، ابھی بولنے کا بہت موقع ملے گا۔ پانچ سال پڑے ہوئے ہیں۔ اور انشاء اللہ پانچ سال پورے ہونگے۔

جناب ہینڈری مسیح بلوچ: بجٹ کے حوالے سے میں بات کرنا چاہوں گا یہاں بلوچستان کے اندر بلکہ پاکستان کے اندر جو energy crisis کا مسئلہ ہے، اسمیں بلوچستان بُری طرح سے متاثر ہے۔ یہاں بلوچستان کے لوگوں کا پیشہ زراعت ہے۔ یہاں جب 21 گھنٹے کی لوڈ شیڈنگ ہوگی، تو ہماری زراعت بُری طرح متاثر ہوگی۔ اس بجٹ میں پہلی مرتبہ ایک energy crisis پر control کرنے کیلئے ایک alternative system جو solar

energy ہے، وہ introduce کرانے کی بات کی گئی ہے۔ کہ ٹیوب ویلز کو solar energy سے چلایا جائیگا۔ اور یہاں solar energy سے بجلی گھر قائم کینیے جائینگے۔ کونلہ کے استعمال سے یہاں بجلی پیدا کی جائیگی۔ یہاں جو آبنوشی کے منصوبے ہیں، اُن پر خاص توجہ دی جائیگی۔ تو میں یہ سمجھتا ہوں کہ جو موجودہ بجٹ ہے، اس میں ہر طبقے کو انکی ضروریات کو nominate کیا گیا ہے۔ اور اُن پر بات کی گئی ہے۔ ملازمتوں کے حوالے سے یہاں بجٹ میں بہت اہم پیش رفت ہوئی ہے۔ نو جوانوں کی ملازمتوں کے جو problems ہیں انکے اوپر بات کی گئی ہے۔ یہاں ٹیکنکل ایجوکیشن کی بات کی گئی ہے۔ تو یہ جو بجٹ ہے اسلئے میں اسکو عوام دوست بجٹ کہتا ہوں۔ آخر میں جناب چیئر مین صاحب! آپ کا بہت مشکور ہوں کہ آپ نے مجھے بولنے کا موقع دیا۔ thank you

جناب چیئر مین: بہت شکریہ۔ میری اگلے speaker سے یہ request ہے کہ kindly بجٹ تک ہی محدود رہیں۔ پانچ سال ہیں، اگر سب کچھ ابھی بول دیا پھر آگے کیا بولنا ہے۔ مواقع بہت ملیں گے انشاء اللہ۔ جی محمد عظیم بلیدی صاحب!

جناب محمد عظیم بلیدی: شکریہ جناب چیئر مین صاحب! بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ۔ سب سے پہلے، جو وومن یونیورسٹی اور بولان میڈیکل کمپلیکس ہسپتال میں دہشتگردی کے واقعات جو ہوئے ہیں، میں انکی پر زور مذمت کرتا ہوں۔ اور اسکے علاوہ پسپائی میں بلوچی زبان کے نامور شاعر مبارک قاضی کے گھر پر جو بم حملہ ہوا ہے، اسکی بھی جتنی مذمت کی جائے کم ہے۔ جناب چیئر مین! قائد ایوان نے جو 198 بلین روپے کا بجٹ پیش کیا ہے، جس میں تعلیم، صحت سمیت دوسرے جو سوشل سیکٹرز ہیں اُن میں خاطر خواہ اضافہ دیکھا جاسکتا ہے اور اس کیلئے قائد ایوان اور انکے دوسرے اتحادی مبارکباد کے مستحق ہیں۔ کہ انہوں نے ایک تاریخی اور انقلابی بجٹ پیش کیا ہے۔ جناب چیئر مین! معاشی پالیسی کو عملی طور پر نافذ کرنے کیلئے اور accountability کا ایک ایسا مؤثر ادارہ قائم کیا جانا چاہیے جس سے بجٹ کے اثرات عام عوام تک پہنچ سکیں۔ یہ نہ ہو کہ پچھلے ادوار میں جو corruption کی گئی، وزراء کی پوری team تھی۔ اور مختلف طریقوں سے قوم کا پیسہ ہڑپ کر کے لندن منتقل کیا گیا۔ قوم پرستی کے جھوٹے دعویدار، بلوچوں کا پیسہ لوٹے رہے۔ اور نام نہاد مذہبی قوتیں بلوچستان کے وسائل کی لوٹ مار کرتی رہیں۔ کرپشن کے خاتمے کے لئے قائد ایوان سے چند تجاویز ہیں کہ پچھلے ادوار میں جو corruption ہوئی انکے across the board تحقیقات ہونی چاہیے۔ اور commission اور acceptance کے نام پر جو لوٹ کھسوٹ ہوتی رہی ہے، اُس کا خاتمہ کیا جانا چاہیے۔ صوبے کا دوسرا بڑا مسئلہ امن و امان کا ہے مسخ شدہ لاشیں لاپتہ افراد انخواء براے تاوان مذہب کے نام پر دہشتگردی اور اقلیتوں کے ساتھ ناروا سلوک۔ ان سب کا خاتمہ کیا جائے امن و امان کی

مخدوش صورتحال ہے۔ اسمیں ایک ذمہ دار اسٹبلشمنٹ ہے۔ اسٹبلشمنٹ اور اس کے گماشتے اور ڈیپٹی سیکرٹری اسکا ڈیوٹی جو غلاظت پھیلا رہے ہیں بلوچستان میں اسکا خاتمہ ہماری اولین ترجیح ہونی چاہیے۔ جناب چیئر مین! دستور پاکستان پر حلف لینے کا یہ مطلب ہرگز نہیں کہ پاکستان کے نام کی آڑ میں کوئی بھی یہاں ظلم کرتا جائے اور ہم برداشت کریں۔ ایسے مظالم شاید ان لوگوں کیلئے قابل قبول ہوں جو اسٹبلشمنٹ کی گود میں بیٹھ کر یا ان کا سہارا لیکر اس ایوان تک پہنچے ہیں۔ لیکن جو بزورِ عوام اس ایوان تک پہنچے ہیں ان کیلئے یہ چیزیں ناقابل قبول ہیں۔ میری اسمبلی کے معزز اراکین سے یہ request ہے کہ آئیں مل کر امن و امان کے اس مسئلے کا حل ڈھونڈیں اور جو بھی اس ظلم میں شریک ہے چاہے وہ اسٹبلشمنٹ ہو یا کوئی اور، انکے خلاف آواز اٹھائیں اور خاموش نہ رہیں۔ بقول عطاء شاد:-

خاکساروں کی عطار سم نہیں خاموشی

رات سو جائے تو بہتا ہوا چشمہ بولے

شکریہ جناب اسپیکر۔۔۔ (ڈیسک بجائے گئے)

جناب چیئر مین: شکریہ محمد عظیم بلیدی صاحب last۔ یا سمین لہڑی صاحبہ!

محترمہ یا سمین بی بی لہڑی: بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ شکریہ جناب اسپیکر صاحب! جب آپ موقع دیتے ہیں،

تب بھی آپکا بہت بہت شکریہ اور جب آپ نہیں دیتے ہیں، تب بھی مجبوراً شکریہ ادا کرنا پڑتا ہے۔

جناب چیئر مین: نہیں نہیں، اگر موقع نہ دیں تو شکریہ ادا نہیں کریں پھر۔

محترمہ یا سمین بی بی لہڑی: اچھا! میں اگر یہاں realistic بات کروں۔ ایک تو ہوتا ہے کہ paper پر لکھا ہوا

ہے، speech کرنا۔

جناب چیئر مین: یہ بقایا کیا ہے، ایسی باتیں کر رہے تھے؟

محترمہ یا سمین بی بی لہڑی: sorry

جناب چیئر مین: میں نے کہا یہ بقایا ایسے ہی باتیں کر رہے تھے؟ کہ آپ realistic کریں گے؟

محترمہ یا سمین بی بی لہڑی: نہیں، مطلب مجھے بقایوں کی نیتوں پر شک نہیں ہے، انہوں بھی realistic

باتیں کی ہیں۔ میں یہ کہہ رہی ہوں کہ paper پر لکھا ہوا ان کو اگر میں ایک side رکھ کے، جو میری اپنی

personal feelings ہیں۔ جیسے کہ آپ نے کہا کہ بجٹ پر بات کر لیں۔ صبح سے لیکر اب تک جتنے لوگوں کے

میں نے، جو معزز اراکین ہیں، اُنکے جذبات، احساسات، جو اُنکے views میں نے سنے ہیں۔ میرے خیال میں

کسی بھی طرح سے وہ irrelevant باتیں نہیں تھیں۔ کیونکہ جتنے بھی ہمارے مسائل ہیں، آج کل کی جو صورتحال

ہے، ان سب مسائل کا جو حل ہے، اُسکو بنیاد فراہم کرتا ہے وہ آپکا بجٹ آپکی resources ہیں۔ اور ساتھ ہی ساتھ میں یہاں یہ کہنا غلط نہیں سمجھتی کہ سارے مسائل اور فساد کی جڑ وہ بھی resources ہیں۔ آج یہاں ہم مختلف مسائل کا ذکر کر رہے ہیں، امن و امان کی صورتحال ہے یا ہماری social services کی جو condition ہے۔ یا جو ہمارے سیاسی حالات ہیں اُس میں میرے خیال میں سب سے زیادہ جو ریڑھ کی ہڈی کی حیثیت رکھنے والا جو element ہے، وہ ہمارا بجٹ اور resources ہیں۔ اس کیلئے سب سے پہلے تو میں مبارکباد پیش کرتی ہوں ڈاکٹر عبدالملک صاحب، جو ہمارے coalition partners ہیں اُن کو اور ساتھ ہی ساتھ ہمارے جو سیکرٹری صاحبان یہاں تشریف فرما ہیں بالخصوص فنانس ڈیپارٹمنٹ، پی اینڈ ڈی ڈیپارٹمنٹ اور اسکے علاوہ جو آفیسرز ہیں، دوسرے ڈیپارٹمنٹس کے سیکرٹریز ہیں، بہت ہی short notice پر جس طرح کا balanced budget پیش ہوا ہے میرے خیال میں تاریخ میں اسکی مثال نہیں ملتی۔ جناب اسپیکر! آج کل کے بہت ہی غیر متوازن حالات un-balanced political situation میں balanced budget کا پیش کرنا میرے خیال میں ایک challenge سے کم نہیں تھا۔ لیکن اُس challenge کو قبول کرتے ہوئے موجودہ حکومت نے جس طرح کا متوازن بجٹ دیا ہے۔ غریب دوست، عوام دوست، مزدور دوست، کسان دوست اور بلوچستان friendly budget جو پیش ہوا ہے نہ صرف یہ کہ یہاں اس اسمبلی میں بلکہ پورے ملک میں اس وقت سب سے زیادہ جو ہمارا intellectual طبقہ ہے۔ جتنے بھی ہے وہ مختلف صوبائی حکومتوں کی جو representatives ہیں، civil society ہے۔ media ہے۔ اُن سب کی طرف سے وہ بہت زیادہ قابل تعریف بجٹ ہے۔ متوازن بجٹ جو اُسکو تسلیم کیا گیا ہے۔ تو میرے خیال میں credit ہم سب کو جاتا ہے۔ اسمیں جس طرح بلوچستان کے جو مسائل ہیں ان کو مد نظر رکھا گیا ہے خاص طور پر میں یہ کہنا حق بجانب سمجھتی ہوں کہ ڈاکٹر عبدالملک صاحب جب education minister تھے یا جس طرح سے جو وہ health ministry کے جو دور میں اپنی خدمات انجام دیئے یہاں بھی ہمیں reflection نظر آتا ہے کہ 4 فیصد سے بڑھا کر 23% ایجوکیشن کیلئے allocate کرنا۔ اسی طرح ہیلتھ میں پہلے میرے خیال میں دو فیصد تھا اسکو بڑھا کر 9 فیصد کر دیا امن و امان ہے energy ہے زراعت ہے ان سارے sectors کی ترجیحی بنیادوں پر allocation کرنا میرے خیال میں یہ بہت ہی قابل تعارف اقدام ہے۔ سوال یہ ہے کہ یہ صوبہ، میرے ایک بھائی نے بات کی کہ جو allocation ہوئی ہے انکی وہ implementation ہے، وہ of-course ہم لوگوں کی ذمہ داری ہے کہ اُسکی implementation کو جتنا transparent ہم بنا سکیں گے۔ اور جتنا زیادہ ماضی سے سبق سیکھتے ہوئے



یہاں پارلیمنٹ کے جو ممبران ہیں، وہ یہ تہیہ کر لیں کہ وہ اپنے بچوں کو کسی پرائیویٹ اسکول میں نہیں بھیجیں گے۔ سرکاری اسکولوں میں پڑھائیں گے۔ میں پھر دیکھتی ہوں کہ اسکولوں کی حالت کیسے بہتر نہیں ہو سکتی۔ یا ممبران یہ تہیہ کر لیں کہ وہ آغا خان، لیاقت نیشنل یا بڑے بڑے ہسپتالوں میں اپنے بچوں کا علاج معالجہ کے لیے نہیں جائیں گے، اور یہاں کے سرکاری ہسپتالوں سے کروائیں گے۔ پھر میں دیکھتی ہوں کیسے ہماری health کے جو institutes ہیں یا ہسپتال، اُنکی حالت بہتر نہیں ہوگی۔ یہاں تو یہ ہے کہ جان بوجھ کر ہم نے مختلف مافیائے ہوئے ہیں۔ ڈاکٹروں کا مافیا الگ ہے۔ صبح وہ سرکاری ہسپتالوں میں ہوتے ہیں وہاں اسپرو کی ایک گولی نہیں ملتی۔ شام کو وہ اپنے پرائیویٹ کلینکس میں ہوتے ہیں ”کہ جی! آپ پانچ بجے فلانا کلینک پر آ جائیں“ اسی طرح ہمارے اساتذہ ہیں۔ وہ صبح اسکولوں میں آتے ہیں تو سبق نہیں پڑھاتے۔ کہتے ہیں ”کہ جی! شام کو فلاں جگہ پر میرا ٹیوشن سینٹر ہے۔ آپ وہاں فیس لیکر آ جائیں، اتنی آپکی فیس ہے۔ ہم آپکو وہاں پڑھائیں گے“ اسی طرح سے آپ اپنے امن وامان کو دیکھ لیں۔ کہ آپکی انتظامیہ آپکی ساری مشینری وہ اسکو support کرتی ہیں کہ یہاں سے کسی بندے کو اٹھا کر دشت میں کسی کھڈے میں پھینکا جاتا ہے۔ اُسکو چھپایا جاتا ہے۔ قلعہ عبداللہ میں اُسکو چھپایا جاتا ہے۔ اور demand ہے ”کہ بھئی! آپ اتنے پیسے دیں گے، تو پھر آپکا بندہ بازیاں ہوگا“ تو بات یہ ہے کہ ہمیں تھوڑی سی ان چیزوں کو دیکھنے کی ضرورت ہے۔ ہم مختلف نعرے ضرور لگاتے ہیں۔ کل ہمارے معزز قائد حزب اختلاف مولانا عبدالواسع صاحب نے resources کے حوالے سے ایک بات کی ”کہ جی! ہم کہتے تھے کہ برابری کی بنیاد پر resources کی تقسیم ہو، تو مولانا عبدالواسع صاحب سے میری یہ درخواست ہے ایک گزارش ہے۔۔۔۔۔

جناب چیئرمین: وہ بھی یقین نہیں رکھتے تھے اس بات پر، صرف کہا ہے۔ کیونکہ ریکارڈ آپ دیکھ لیں ذرا۔ محترمہ یاسمین بی بی لہڑی: لیکن یہاں جو بات کہی جاتی ہے میرے خیال میں اسکی ایک اہمیت ہے۔ کہ جس سوچ کے تحت وہ بات کہی جاتی ہے۔ تو صرف میں یہاں یہ کہنا چاہوں گی کہ ابھی وقت، حالات، صورتحال وہ بدل گئی ہے۔ جس طرح سے چوہدری نثار صاحب نے اپنی speech میں کہا۔ جو ہمارے ادارے ہیں، جس طرح سے اپنا role play کرتے ہیں، آج سے ایک دو decades اگر پیچھے چلے جائیں، تو لوگ اُنکے مختلف ہتھکنڈوں کو نہیں سمجھتے تھے۔ اور وہ اسی اصول پر کارفرما ہوتے تھے کہ لوگوں کو لڑاؤ۔ آپس میں دست و گریبان کرو۔ کبھی مذہب کے نام پر کبھی قومیتوں کے نام پر۔ مختلف sectarian violence پھیلا کر۔ لوگ پھر اُن ہتھکنڈوں کا حصہ بنتے تھے۔ اور اس پر استعمال ہوتے تھے۔ لیکن آج میں آپ سے کہتی ہوں کہ بلوچستان میں مختلف صورتحال جو پیدا کرنے کی جان بوجھ کر کوشش کی جاتی رہی ہے۔ لیکن چونکہ دنیا global village بن چکی ہے۔

information اور معلومات ہیں وہ اُسکی رسائی اور وہ اُسکے سفر کرنے کی جو speed ہے وہ اتنی زیادہ ہے جیسے کہ خالد لانگو صاحب نے کہا کہ establishment کی جو biased پالیسیاں رہی ہیں کہ جان بوجھ کر وہ قومیتوں کو صوبے کو under-developed رکھا جائے تاکہ وہ awareness اور اتنا زیادہ وہ آگے نہیں آئیں تاکہ وہ ان چیزوں کو سمجھ سکیں۔ لیکن میں یہ کہتی ہوں کہ ایک ہے evolutionary اور دوسرا revolutionary اقدام۔ یہاں ہماری development کیلئے revolutionary کوئی اقدام نہیں کیا گیا۔ لیکن ظاہر ہے مطلب ارتکائی عمل کو آپ روک نہیں سکتے تو وہ awareness اتنی زیادہ آگئی ہے کہ ہمیں آپس میں کبھی مذہب کے نام پر، کبھی قومیتوں کے نام پر، کبھی شیعہ اور سنی فسادات کے نام پر دست و گریبان کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔ لیکن ہم ان ہتھکنڈوں کو چونکہ سمجھ گئے ہیں۔ اس لئے ہم انکا شکار نہیں بنے۔ تو اسی طرح سے مولانا عبدالواسع صاحب کل جو بات کر رہے تھے، مجھے افسوس بھی ہو رہا تھا۔ کہ جب تک ہم بیٹھ کر politics سے نہیں نکلیں گے۔ کہ جی! یہ پشتون بیلٹ ہے۔ یہ بلوچ بیلٹ ہے۔ اُس وقت تک ہم اخلاص سے اپنے لوگوں کیلئے خدمت نہیں کر سکیں گے۔ میرے لیے ایک پشتون بھی اتنا ہی respectable ہے، اتنا ہی وہ قابل احترام ہے۔ اتنا ہی میں اُسکی خدمت کرنے کا حق رکھتی ہوں جس طرح سے ایک بلوچ کا۔ بات یہ ہے کہ ہمیں تھوڑی سی اپنی عینکوں کو صاف کرنے کی ضرورت ہے۔ کبھی ہم مذہب کے حوالے سے extreme میں چلے جاتے ہیں۔ جب وہ سکہ نہیں چلتا، تو ہم پھر قوم پرستی کا الزام لگا لیتے ہیں۔ تو ہم حضرت عمرؓ کی مثال دیتے ہیں کہ جی! اسلامی قوانین لانا چاہتے ہیں۔ حضرت عمرؓ تو کہتے تھے ”کہ میرے territory میں اگر کوئی کتاب بھی مرتا ہے، تو میں اُسکے خون کا ذمہ دار ہوں“ تو آپ بتائیں کہ آج کل جو یہاں آکے ملک میں، آپکے صوبے میں کتوں کی طرح لوگوں کا خون بہایا جا رہا ہے۔ صرف اس لئے ہم خوش ہیں کہ بھئی! ہماری families، ہمارا خاندان محفوظ رہا۔ لیکن یہ کب تک؟ ابھی جو سردار بہادر خان یونیورسٹی والا واقعہ ہوا۔ تو اُس میں تو ہم سب کی بچیاں پڑھ رہی تھیں۔ اگر موجودہ کسی حادثے میں ہم لوگ اتفاقاً جاتے ہیں۔ ہم کہتے ہیں ”کہ جی! ہم تو محفوظ رہے، ٹھیک ہے عام لوگ مرتے ہیں تو مرتے رہیں“۔ تو میرے خیال میں یہ سلسلہ حل ہو نیوالا نہیں۔ ہمیں اپنی ذمہ داریوں کو پورا کرنا ہے۔

**Mr Chairman:** Thank you very mucy.

محترمہ یاسمین بی بی لہڑی: ایک منٹ! میں اپنی بات کو ذرا پورا کروں۔

جناب چیئرمین: نہیں، نہیں، ایک chit بھی آئی ہے کیونکہ کل پرسوں یہ سب چیزیں نمٹانی ہیں۔ دس منٹ اُنکو بھی دینے ہیں۔ اس سے زیادہ اُنکو بھی نہیں دیں گے۔ ویسے آپکو موقع ملے گا۔ بولنے والا نہیں ہوتا ہے اسمبلی میں۔ تو

میں ہی بولتا رہا ہوں پچھلے دس سالوں میں۔

محترمہ یاسمین بی بی لہڑی: چلیں جی، بہت بہت شکریہ۔ بس میں اپنی بات کو اس طرح ختم کرتی ہوں کہ ”آؤ کہ کوئی خواب بنیں کل کے واسطے۔ ورنہ یہ رات آج کے تاریک دور کی۔ ڈس لے گی جان دل کو کچھ ایسے ہیں کہ جان و دل، تا عمر پھر نہ کوئی حسین پھر سے دیکھ سکیں“

جناب چیئرمین: شکریہ محترمہ۔

ڈاکٹر عبدالملک بلوچ (قائد ایوان): جناب اسپیکر! ایک بات کہوں کہ جب اسپیکر صاحب کہتے ہیں کہ آپ

stop کریں۔ تو بند کریں۔ روایتاً یہی ہے کہ معزز ارکان کو اپنی speech بند کرنی چاہیے۔ Thank you

Mr. Speaker.

Mr Chairman: Thank you .

مولانا عبدالواسع (قائد حزب اختلاف): پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب چیئرمین: پوائنٹ آف آرڈر کا مطلب کیا ہے، مجھے پہلے یہ سمجھادیں؟

قائد حزب اختلاف: sir اس بات کی وضاحت کرتا ہوں۔

جناب چیئرمین: رہنے دیں۔ پوائنٹ آف آرڈر کا مطلب کیا ہے؟ اگر کسی چیز کا ادھر معنی غلط ہو جائے تو آپ

اسکو درست کرنے کے لئے۔ مجھے بتائیں کہ پوائنٹ آف آرڈر کا معنی کیا ہے؟ ادھر نہیں بنتا ہے۔ آج budget

speech ہے۔ مولانا صاحب! مہربانی کریں آج صرف اسکو نمٹائیں۔

قائد حزب اختلاف: اگر آپ مجھے وقت نہیں دیں گے تو میری بات ختم ہو جائیگی۔ میری کل کی تقریر کو ڈاکٹر

صاحب نے بھی سراہا۔ اور میری بہن نے جو بات کی وہ بہت صحیح بات کی۔ یہ نہیں ہے کہ پشتون اور بلوچ۔ میں نے

دوستوں کو یاد کرایا کہ ان لوگوں کا جو کہ ہماری نظر میں ناممکن ہے کہ بلوچ اور پشتون، فلانا فلانا فلانا براہری۔

لیکن اب یہ خود سامنے آ گیا ہے کہ ناممکن ہے کہ اس طرح کر لیتے ہیں کہ اگر وہ کر سکتے ہیں تو ابھی یہ بیٹھے ہیں۔ لیکن

بلوچ اور پشتون والا معاملہ میری بہن نے جو بات کی۔ یہ نہ میرا نظریہ ہے نہ میرا عقیدہ ہے۔ بلکہ میں نے پہلے اپنی

تقریر میں کہا کہ بلوچستان، ثروث سے لیکر گوار تک۔۔۔ (مداخلت)

جناب چیئرمین: شکریہ۔ no cross talks۔ مولانا صاحب!، عبید اللہ بابت صاحب! nothing

more۔ عبید اللہ بابت صاحب کی مائیک بند کر دیں۔ no cross talks میں Floor اسوقت دیتا ہوں

محترمہ۔۔۔ (مداخلت۔ شور) میرے خیال میں آج اگر بجٹ کی تقریریں مکمل ہو جائیں۔

ڈاکٹر حامد خان اچکزئی: جناب اسپیکر! یہ میری request ہے مولانا عبدالواسع صاحب سے کہ جس تندہی، جس ایمانداری سے یہ سردار عطاء اللہ خان مینگل کی قوم پرستی کو جائز سمجھتے تھے، اُنکے ساتھ کام کر کے۔ اختر مینگل کی قوم پرستی کو اسلامی سمجھ کر اُسکے ساتھ کام کر رہا تھا۔ جس طرح نواب صاحب بگٹی کی کابینہ کا ممبر تھا۔ لیکن اُس بیچارے کی جب یہاں فاتحہ ہو رہی تھی، یہ لوگ اُن کے منع کرنے پر نہیں آئے، جو انکو یہ کہتے ہیں ”کہ پشتون قوم پرستی کفر ہے“ ہم یہ request کرتے ہیں کہ پشتون قوم پرستی کو اسی پیرائے پر لیں جس طرح دوسری قوم پرست قوتوں کے۔ ہم اُنکے بڑے شکر گزار ہیں۔

جناب چیئرمین: اب میں Floor، مولانا صاحب! یہ تو cross-talk ہو گیا۔ میں نے پہلے منع کیا تھا۔ پھر آپ کہیں گیلڈ رآف اپوزیشن ہو، مجھے بولنے دیتے۔ اسلم بزنس صاحب لڑانا چاہتے ہیں۔ قائد حزب اختلاف: جناب اسپیکر! نہ ہم نے آپ کی قوم پرستی کو کفر کہا ہے، نہ کسی دوسرے کی قوم پرستی کو۔ آپ اگر اپنے اوپر کفر کا فتویٰ لگاتے ہیں تو یہ الگ بات ہے۔ ہماری زبان سے اب تک آپ نے نہیں سنی ہے۔۔۔ (ڈیسک بجائے گئے) کل بھی میں نے اپنی تقریر میں کہا کہ ہر ایک جماعت اور ہر ایک پارٹی اپنے حوالے سے۔ لیکن میرا نظریہ یہ ہے کیونکہ مجھے اسلام یہ درس دیتا ہے کہ بلوچ، پشتون، پنجابی، سرانیکسی جتنے بھی ہیں، مومن ہیں۔ اور مومن ایک دوسرے کے بھائی ہیں، اُس میں قومیت کی کوئی بات نہیں۔ ہمیں ایک دوسرے سے نفرت نہیں کرنا چاہئے۔ یہ میں نے اپنی وضاحت کر دی۔ اور میں نے کسی پر اب تک کفر کا فتویٰ نہیں لگایا ہے۔ اور یہ جو کل یاد دو، تین دن سے ”کہ کوئی پشتو کو دوزخ کی زبان سمجھتا ہے“ ہم نے دوزخ کا نہ جنت کا سرٹیفکیٹ کسی کو دیا ہوا ہے۔ اور بابت کی پشتو تو مجھے سب سے اچھی لگتی ہے۔

جناب عبید اللہ جان بابت: ابھی آپ کو بتاؤں۔ سب سے پہلے جو جہاد کا نفرنس تھی۔ یہ مفتی صاحب اور وہ جو founder تھا جمہوریت کا، نوابزادہ نصر اللہ نے۔ سب سے پہلے تو آپ لوگوں نے یہ دھندہ شروع کیا۔ یہ شیعہ سنی، یہ فلاناں۔ دیواروں پر کس نے لکھا تھا ”کافر، کافر“ یہ الفاظ تو آپ لوگوں نے ہمیں سکھائے۔ ابھی تو ہم لوگ تھک گئے ہیں۔ خدارا! ان چیزوں کو آپ لوگ چھوڑیں۔ دنیا کو تباہ کیا آپ لوگوں نے۔

جناب چیئرمین: عبید اللہ بابت صاحب! آپ کی باتوں پر تھوڑا محظوظ بھی ہو جاتے ہیں۔ لیکن میرے خیال میں House ہے۔ اور budget session ہے۔ تو غالباً اسکو اگر کسی order سے ہم چلائیں۔ محترمہ معصومہ حیات صاحبہ!۔۔۔ (ڈیسک بجائے گئے)

محترمہ معصومہ حیات: بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ۔ شکر یہ جناب اسپیکر! میں مالی سال 2013-14ء کے بجٹ

کو پیش کرنے پر جناب وزیر اعلیٰ، ڈاکٹر عبدالملک بلوچ صاحب کو دلی مبارک باد دیتی ہوں۔ اور ان تمام ممبران حضرات کو جنہوں نے دن رات اس پر محنت کی اور کام کیا۔ ایک مثالی بجٹ اس صوبے کے عوام کے لیے تیار کیا۔ جناب اسپیکر! مالی سال 2013-14ء کے بجٹ کو عوامی امنگوں کا ترجمان، بجٹ تصور کیا جاتا ہے۔ اور صوبے کے عوام کے اپنے وسائل پر اختیارات کا مظہر ہے۔ جس میں صوبے کے وسائل بلکہ منصفانہ اور شفافیت کا وعدہ کیا گیا ہے۔ ذرائع آمدن اور خرچ میں توازن کو ترقی کی ہر راہ پر گامزن ہونے کی نشانی ہے۔ پہلی دفعہ صوبے میں سماجی اور اقتصادی پالیسیوں کے حوالے سے نئی روایات کی بنیاد رکھی گئی ہے۔ اور رہنما اصول وضع کیئے گئے ہیں۔ جناب اسپیکر! میں تعلیمی نظام کی فعالیت اور زیر زمین معدنیات، زراعت، گلہ بانی، سمندری حیات سے سائنسی بنیادوں پر استفادہ حاصل کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔ اور سب سے جو اچھی بات بجٹ میں کہی گئی ہے وہ مادری زبانوں میں تعلیم کے بنیادی حق کو تسلیم کیا گیا ہے۔ جناب اسپیکر! موجودہ بجٹ میں تعلیم کیلئے کافی کوششیں کی گئی ہیں جو کہ برحق ہیں۔ کیونکہ علم کے بغیر انسان نامکمل ہوتا ہے۔ اس مد میں تین سو نئے اسکول صوبے بھر میں بنائیں جائیں گے۔ اور اسی طرح مڈل اسکولز کو up-grade کر کے high کا درجہ دینا۔ اور ساتھ ہی صحت کے حوالے سے جو بجٹ رکھا گیا ہے اُس میں بولان میڈیکل کالج کو نیورسٹی کا درجہ دینا۔ اور صوبے میں تین نئے میڈیکل کالجز کا قیام۔ اور مختلف علاقوں میں BHU's ، RHC's اور واٹر سپلائی اسکیمیں جو کہ 12 ڈسٹرکٹس میں متعارف کروائی جائیں گی۔ توانائی کی مد میں جو solar energy یا solar system projects کا جو نظام تھا۔ اور سرکاری ملازمین کی تنخواہوں میں جو 15 فیصد اضافہ کیا گیا ہے۔ اور ساتھ ہی پینشنر حضرات کیلئے بھی اعلانات کئے گئے ہیں۔ یا صحافی برادری کے دیرینہ مسائل۔ اور خاص کر یہ جو حادثہ ہوا ہے SPK کیلئے اور hospital کے مریضوں کیلئے، اس مد میں جو رقم مختص کی گئی ہے، وہ قابل ذکر ہے۔ جناب اسپیکر! حالیہ بجٹ 2013-14ء میں زندگی کے ہر پہلو کو اجاگر کیا گیا ہے۔ خواہ وہ تعلیم ہو، صحت ہو، خوراک ہو، زراعت ہو، ماہی گیری، ٹرانسپورٹ، توانائی، سائنس اینڈ ٹیکنالوجی، ماحولیات، انفراسٹرکچر، انڈسٹریز اور خواتین کی فلاح بہبود، جنگلات، لیویز، پولیس، شہری دفاع، پانی، کھیل و ثقافت۔ حتیٰ کہ زندگی کا کوئی ایسا شعبہ نہیں جسکو ان لوگوں نے ignore کیا ہو۔ جناب اسپیکر! حالیہ بجٹ 2013-14ء کو اسلئے میں عوام دوست اور قوم دوست بجٹ قرار دیتی ہوں کہ صوبے کی تاریخ میں پہلی دفعہ specially education کیلئے جو کہ 23% اور health کیلئے 9 اعشاریہ something بجٹ رکھا گیا ہے۔ اور اسکے ساتھ ہی میں ان تمام حضرات کا جو کہ پارلیمنٹ کا حصہ ہیں، معزز ممبران۔ جو کہ اس بات پر دو دنوں سے ہم لوگ سن رہے ہیں، بحث کر رہے ہیں کہ اُس حوالے سے ممبران کیلئے کچھ

نہیں رکھا گیا ہے۔ تو اُس میں قوموں کی بہتری حالات کیلئے کبھی کبھی اس طرح کی قربانی دینی پڑتی ہے اور over-all سب سے آخر میں میں یہ کہوں گی کہ بجٹ بہت اچھا ہے۔ اور اسی لیے عوام دوست بجٹ اسکو کہا جاتا ہے۔ آخر میں دُعا گو ہوں کہ اللہ تعالیٰ ہمیں اپنے نیک مقاصد میں کامیاب کرے۔ تاکہ ہم اُن عوام کے سامنے سُر خُرو ہو سکیں جنہوں نے ہمیں کامیاب کر کے یہاں بھیجا ہے۔ شکر یہ اسپیکر صاحب!

جناب چیئرمین: شکر یہ۔۔ Thank you for short speech. اب اسمبلی کا اجلاس بروز منگل مورخہ

25/جون 2013ء بوقت 11:00 بجے صبح تک کیلئے ملتوی کیا جاتا ہے۔

(اسمبلی کا اجلاس سہ پہر 4 بجکر 25 منٹ پر اختتام پذیر ہوا)

”ختم شد“

